Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنی

رسالہ اردو

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۱۰ ۲۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۵۳ھ ۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۴ء جلد ۳۳

ایڈیٹر محمد ظہور الدین اکمل

فہرست مضامین

احادیث کی صحت و عدم صحت کی کسوٹی قرآن ہے۔	۳۷۳ - ۳۸۸	مولانا جلال الدین صاحب شمس
دعوة الی الحق شاہد آسمانی	۳۸۹ - ۴۰۴	جناب حافظ جمال احمد صاحب مبلغ ماریشس
القول الجزم فی مسئلة الرجم	۴۰۵ - ۴۰۸	مولانا "ابن عمر"
مسکرات	۴۰۹ - ۴۱۱	
ریویوز	صـ ۴۱۲	

چندہ سالانہ
اندرون ہند سے تین روپے

طلباء اور غیر احمدیوں سے
دو روپے آٹھ آنہ

چندہ سالانہ
بیرون ہند سے تین روپے آٹھ آنے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بخدمت جملہ معتمدین و امراء جماعتہائے احمدیہ

برادران کرام! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں آپکی توجہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپیل کی طرف منعطف کرانی چاہتا ہوں جو حضورؑ نے ریویو آف ریلیجنز کے متعلق ان ایام میں فرمائی جبکہ جماعت کی تعداد چالیس پچاس ہزار تھی۔ حضورؑ ارشاد فرماتے ہیں:۔

"چونکہ ہماری جماعت کو معلوم ہوگا۔ کہ اصل غرض خدا تعالیٰ کی میرے بھیجنے سے یہی ہے جو غلطیاں اور گمراہیاں عیسائی مذہب نے پھیلائیں ان کو دور کر کے دنیا کے عام لوگوں کو اسلام کی طرف مائل کیا جاوے اور اس غرض مذکورہ بالا کو جس کو دوسرے لفظوں میں احادیث صحیحہ میں کسر صلیب کے نام سے یاد کیا گیا پورا کیا جائے۔ اس لئے اور انہیں اغراض کے پورا کرنے کیلئے رسالہ (ریویو آف ریلیجنز) جاری کیا گیا ہے۔ لیکن اب تک اس رسالہ کے شائع کرنیکے سرمایہ کا انتظام کافی نہیں۔ اگر خدانخواستہ یہ رسالہ کم توجہی اس جماعت سے بند ہوگیا تو یہ واقعہ میں اس سلسلہ کیلئے ایک ماتم ہوگا۔ اس لئے میں پورے زور کے ساتھ اپنی جماعت کے جوانمردوں کو اس طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اس رسالہ کی اعانت کیلئے اس جماعت میں دس ہزار خریدار اردو انگریزی کے پیدا ہو جائیں تو یہ رسالہ خاطر خواہ چل نکلیگا۔ اور میری دانست میں اگر بیعت کرنیوالے اپنی بیعت کی حقیقت پر قائم رہ کر اس بارہ میں کوشش کریں تو اسقدر تعداد کچھ بہت نہیں بلکہ جماعت موجودہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ تعداد بہت کم ہے۔ سو اے جماعت کے سچے مخلصو! خدا تمہارے ساتھ ہو۔ تم اس کام کے لئے ہمت کرو۔ خدا تمہارے دل میں القاء کرے کہ یہی وقت ہمت کا ہے۔"

اب خیال فرمایئے کہ جب ان ایام میں جماعت احمدیہ کا فرض تھا کہ ریویو کیلئے کم از کم دس ہزار خریدار بہم پہنچائیں تو اب جبکہ جماعت کے افراد کی تعداد بفضلہ کئی لاکھ ہے۔ کیا ہمارے لئے غور کی بات نہیں کہ ریویو آف ریلیجنز کے خریداروں کی تعداد چند سو ہو اور ایک ہزار بھی نہ ہو۔ پس میں آپ سے باصرار مطالبہ کرتا ہوں کہ نہ صرف خود خریدار بنیں بلکہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں سعی بلیغ فرما کر ایک مہینے کے اندر اندر پانسو مزید خریدار مہیا فرمائیں تاکہ اردو ریویو آف ریلیجنز کا خرچ طباعت چل سکے ورنہ رسالہ کا جاری رہنا جبکہ اس پر ڈھائی ہزار قرض ہے آئندہ محال ہو جائیگا۔

صفحہ سوم ٹائٹل پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ناظر تالیف و تصنیف کا سفارش نامہ درج ہے اسکے مطابق ہر مقام پر خاص سعی کر کے خریدار بنائے جائیں اور مجھے براہ راست درخواستیں بھجوائیں۔ مصباح کی اشاعت کیلئے بھی اپنے گھروں میں کوشش فرمائیں۔

خاکسار منیجر و ایڈیٹر رسالہ اردو ریویو آف ریلیجنز قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

197

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

احادیث کی صحت و عدم صحت پرکھنے کی کسوٹی قرآن ہے

اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں دیگر طرق سے قرآن مجید کی بزرگی اور جلالت شان کو ظاہر کیا۔ منجملہ ان کے ایک طریق یہ بھی بیان فرمایا ہے۔ کہ حدیث قرآن مجید پر قاضی نہیں ہے بلکہ حدیث وہی صحیح ہوگی جو اسکے مخالف نہ ہو۔ چنانچہ ابتدائے دعویٰ میں جب مولوی محمد حسین بٹالوی اور آپکے درمیان لدھیانہ میں مباحثہ کی ٹھیری تو آپؑ نے اسی اصل کو اس کے سامنے پیش کیا۔ اور حدیث معنونہ بالا کو اپنی تائید میں ذکر کیا۔ تو مولوی محمد حسین بٹالوی نے اس اصل کو صحیح ماننے سے انکار کیا۔ اور اسی حدیث پر بحث ہوتی رہی اور اصل مباحثہ نہ ہوسکا چونکہ مقدمہ بہاولپور میں بھی ہم نے احادیث کی صحت و عدم صحت کا معیار یہی اصل پیش کیا۔ تو فریق مخالف نے اپنی بحث میں اس اصل کو باطل و لغو ثابت کرنے کیلئے جو ناکام سعی کی۔ اس کا جو جواب ہماری طرف سے جواب بحث میں دیا گیا۔ ناظرین کے فائدہ کیلئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ جواب بحث جو تحریری عدالت میں داخل کیا گیا وہ چار پانچ سو صفحہ کی کتاب ہے۔ اس میں سے یہ بطور نمونہ قارئین کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن اصل جواب سے پہلے مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عقیدہ اور غیر احمدیوں کا عقیدہ بزبان مولوی محمد حسین بٹالوی و مولوی نذیر حسین دہلوی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں۔ "ہر چند قرآن کریم مرتبہ ثبوت میں حدیث سے مقدم ہے مگر حدیث صحیح اپنے منصب و خدمت تشریح و تفسیر میں قرآن سے مقدم ہے۔ حدیث نہ ہو تو قرآن مجید کے بہت سے احکام سمجھ میں نہ آویں اور نہ وہ دستور العمل ہو سکیں" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۲۹۶ حاشیہ)

مولوی نذیر حسین دہلوی لکھتے ہیں "امام شعرانی نے منہج میں کہا ہے۔ اجمعت الامۃ علیٰ ان السنۃ قاضیۃ علیٰ کتاب اللہ کہ امت محمدیہ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ سنت کتاب اللہ کی وجوہات مختلفہ کا فیصلہ کرنے والی ہے" (اشاعۃ السنۃ جلد ۱۳ صفحہ ۸۳ فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

يقول ألا انها ستكون فتنة قلت ما المخرج منها يارسول الله قال كتاب الله فيه خبر ما قبلكم وخبر ما بعدكم وحكم ما بينكم هو الفصل ليس بالهزل من تركه من جبار قصمه الله ومن ابتغى الهدى في غيره اضله الله وهو حبل الله المتين من قال به صدق ومن عمل به اجر ومن حكم به عدل ومن دعا اليه هدى الى صراط مستقيم" (رواہ الترمذی والدارمی)

یعنی حارث اعور نے کہا کہ مَیں مسجد میں جہاں لوگ بیٹھے تھے اور حدیثوں میں خوض کر رہے تھے۔ گذرا۔ سو مَیں یہ بات دیکھ کر کہ لوگ قرآن کو چھوڑ کر حدیثوں میں کیوں لگ گئے ہیں۔ حضرت علیؓ کے پاس گیا۔ اور آپؓ کو یہ خبر دی۔ آپؓ نے مجھ سے فرمایا۔ یقیناً سمجھ کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ کہ آپؐ فرماتے تھے۔ عنقریب ایک فتنہ ہوگا۔ یعنی دینی امور میں لوگوں کو غلطیاں ہونگی۔ اور اختلاف میں پڑینگے۔ اور کچھ کا کچھ سمجھ بیٹھینگے۔ تب مَیں نے عرض کیا کہ اس فتنہ سے کیونکر رہائی ہوگی۔ تب آپؐ نے فرمایا۔ کہ کتاب اللہ کے ذریعہ سے رہائی ہوگی۔ اس میں تم سے پہلوں کی خبر موجود ہے۔ وہ قول فصل ہے۔ ہزل نہیں۔ جو شخص اس کے غیر میں ہدایت ڈھونڈیگا۔ اور اس کو حَکَم نہیں بنائیگا۔ خدا تعالےٰ اس کو گمراہ کر دیگا۔ وہ حبل المتین ہے۔ جس نے اس کے حوالہ سے کوئی بات کہی۔ اس نے سچ کہا۔ اور جس نے اس پر عمل کیا۔ وہ ماجور ہے۔ اور جس نے اس کی رو سے حکم کیا۔ اس نے عدالت کی۔ اور جس نے اس کی طرف بلایا۔ اس نے راہ راست کی طرف بُلایا۔

پس اس حدیث میں صریح طور پر خبر دی گئی ہے۔ کہ اختلافات کے فتنہ کے وقت جو شخص قرآن مجید کو محک اور معیار اور میزان قرار دیگا وہ بچ جائیگا۔ اور جو شخص اسے حکم نہیں بنائیگا۔ وہ ہلاک ہو جائیگا۔ یہ حدیث باواز بلند پکار رہی ہے۔ کہ احادیث وغیرہ میں جس قدر اختلاف باہمی پائے جاتے ہیں۔ ان کا تصفیہ قرآن کریم کی رُو سے کرنا چاہیئے۔ اور یہی مفہوم حدیث اذا روی لکم عنی کا بھی ہے۔ پس یہ حدیث اپنے مفہوم اور معانی کی رُو سے قرآن مجید اور دوسری احادیث صحیحہ کے بالکل مطابق ہے۔ اس لئے اس کو موضوع کہنا لغو و باطل ہے۔

ہفتم۔ صحابہؓ اور ان کے بعد دوسرے اکابر اُمّت کا تعامل بھی اس حدیث کی صحت ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے بہت سی احادیث جو صحابہؓ میں رائج تھیں قرآن مجید کے مخالف ہونے کی وجہ سے ردّ کر دی ہیں۔ صحیح بخاری میں مروی ہے۔ کہ ہشام نے اپنے باپ سے روایت کی۔ کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ذکر آیا کہ ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یہ قول منسوب کرتے ہیں۔ کہ آپؐ نے فرمایا ان الميت يعذب في قبره ببكاء اهله یعنی میت کو اس کی قبر میں اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہ فرمایا تھا۔ کہ:۔

"انه ليعذب بخطيئته وذنبه وان اهله ليبكون عليه الآن"

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اس میت کو تو اپنے قصوروں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ اور اس کے اہل اب اس پر روتے ہیں۔ دوسری روایات میں ہے کہ پہلی بات غلط ثابت کرنیکے لئے حضرت عائشہؓ نے آیت لا تزر وازرۃ وزر اخریٰ اور حضرت ابن عباسؓ نے آیت واللہ اضحک وابکی پڑھی (بخاری جلد اوّل صلے۱۵) پھر حضرت عائشہؓ نے فرمایا۔ اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مانند ہے۔ جو آپؐ نے اس کوئیں پر کھڑے ہو کر فرمایا تھا۔ جس میں بدر کے مشرکین مقتول ڈالے گئے تھے۔ کہ ان سے جو میں کہتا ہوں سُنتے ہیں۔ اور اس وقت بھی آپؐ کا وہ مطلب نہیں تھا۔ جو لیا گیا۔ بلکہ آپؐ نے یہ فرمایا تھا۔ "انھم الاٰن لیعلمون ان ماکنت اقول لھم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتیٰ وما انت بمسمع من فی القبور" (بخاری جلد ۳ صث) کہ وہ اب ضرور جانتے ہیں۔ کہ جو میں ان سے کہتا تھا۔ وہ حق ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی کہ تو مُردوں کو نہیں سُنا سکتا اور نہ ان کو جو قبروں میں پڑے ہوئے ہیں۔

اسی طرح مسروق سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کہ اے امّاں کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربّ کو دیکھا۔ تو حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ تیرے اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ غور سے سُن! تین باتیں ایسی ہیں کہ جس نے وہ تیرے سامنے بیان کیں۔ اس نے جھوٹ بولا۔

"من حدثک ان محمد صلی اللہ علیہ وسلم رأی ربہ فقد کذب ثم قرأت لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر وما کان لبشر ان یکلمہ اللہ الا وحیا او من وراء حجاب۔ ومن حدثک انہ یعلم ما فی غد فقد کذب ثم قرأت وما تدری نفس ماذا تکسب غدا ومن حدثک انہ کتم فقد کذب ثم قرأت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک الاٰیۃ ولکنہ رأی جبریل علیہ السلام فی صورتہ مرتین" (بخاری جلد ۳ صـ۱۲۹)

یعنی جس نے تجھ سے یہ کہا۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا تو اس نے جھوٹ بولا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کو دیکھنا آیت لا تدرکہ الابصار اور آیت وما کان لبشر کے خلاف ہے۔ اور اگر تجھے کوئی بتائے کہ جو کل ہونے والا ہے اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں۔ تو اس نے بھی جھوٹ بولا۔ کیونکہ یہ آیت لا تدری نفس ماذا تکسب غدا کے مخالف ہے۔ اور اگر کوئی تجھ سے کہے کہ آنحضرت صلعم نے وحی میں سے کچھ چھپا لیا ہے۔ تو اس نے بھی جھوٹ بولا۔ کیونکہ ایسا کہنا آیت یاایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک کے خلاف ہے۔ اور سورہ نجم کی آیت ولقد راٰہ بالافق المبین اور آیت ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ سے جبرئیل کو اسکی اصلی صورت میں دو مرتبہ دیکھنا مراد ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے احادیث کو قرآن مجید سے ردّ کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ حدیث اذا روی لکم عنی بالکل صحیح ہے۔

گو اہلِ کے مسلم مقتدا و رہنما مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی بھی لکھتے ہیں:۔

"چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو رد کر دیا کہ وہ کہتی تھی کہ مطلقہ ثلٰث کو نفقہ و سکنی نہیں ملتا۔ آپؓ نے فرمایا کہ ہم کتاب و سُنّت کو ایک عورت کے قول و روایت سے ردّ نہیں کر سکتے۔ معلوم نہیں کہ اس کو یاد رہا یا بھول گئی اور حضرت عائشہؓ نے سکنی نہ دینے کی وجہ خاص بیان کر دی جسکو فاطمہ نہ سمجھی تھی۔ اور حضرت عائشہؓ کو جب خبر ملی۔ کہ حضرت عمرؓ و عبداللہ بن عمرؓ اہل میت کے رونے سے میت کو معذب ہونا روایت کرتے ہیں۔ تو آیت قرآن سے جو مثل قاعدہ کلیہ کے ہے۔ ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ردّ کیا۔ اور کہا کہ قرآن تم کو بس ہے۔ اور سماع موتیٰ کے باب میں آیت انک لا تسمع الموتیٰ کو پیش کر کے روایت حضرت عمرؓ کو تاویل کر دی۔ اور کہا کہ وہ سمجھے نہیں آپ کی یہ مراد نہ تھی۔ تو دیکھو ایسے بڑوں کے قول کو بسبب کلیہ شرعیہ کے معتبر نہ رکھا" (سبیل الرشاد مطبوعہ مجتبائی دہلی صـ۱۳)

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عمل بتاتا ہے کہ اگر کوئی روایت قرآن مجید کے مخالف ہو تو اُسے ردّ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہو سکتا۔

۲- اسی طرح ابن سعد اور طبرانی نے مقنع تمیمی سے روایت کی ہے۔ کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور عرض کی کہ لوگ اس طرح حضورؐ کی حدیث میں خوض کرتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اتنے اونچے اُٹھائے کہ مجھے آپؐ کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور یوں دعا کی:۔ "اللّٰھم لا احلّ لھم ان یکذبوا علیّ"

کہ اے خدا میں ان کے لئے یہ جائز نہیں قرار دیتا کہ وہ مجھ پر جھوٹ باندھیں۔ مقنع نے کہا:۔

"فلم احدّث بحدیث عنہ علیہ السلام الاحدیث نطق بہ کتاب او جرت بہ سنۃ یکذب علیہ فی حیاتہ فکیف بعد مماتہ" (موضوعات کبیر صـ۷)

یعنی مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد آپؐ کی طرف سے کوئی حدیث بیان نہیں کی مگر وہی جو منطوق کتاب اللہ کے مطابق ہو یا اس پر سُنّت جاری ہو یعنی سُنّت سے ثابت ہو۔ آپؐ کی زندگی میں آپؐ پر جھوٹ باندھا جاتا ہے تو آپؐ کی وفات کے بعد کیا حالت ہو گی۔

۳- امام ملا علی قاری رحؒ موضوعات میں لکھتے ہیں:۔

"الکریم حبیب اللہ ولو کان فاسقا والبخیل عدو اللہ ولو کان راھبا لا اصل لہ بل الفقرۃ الاولیٰ موضوعۃ لمعارضتھا بنص قولہ تعالیٰ ان اللہ یحب التوابین واللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لا یحب الظالمین والفاسق اما من الظالمین او الکافرین" (موضوعات کبیر ص۶۲)

یعنی اس حدیث کا پہلا ٹکڑا "الکریم حبیب اللہ ولو کان فاسقا" اس لئے موضوع ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے قول ان اللہ یحب التوابین اور واللہ لا یحب الظالمین کے معارض ہے کیونکہ فاسق یا ظالم ہوگا یا کافر۔

۴۔ اسی طرح فوائد مجموعہ للشوکانی میں لکھا ہے:۔

"حدیث مامات النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی قرأ وکتب قال الطبرانی منکر معارض للکتاب العزیز" (فوائد مجموعہ ص۱۱۶)

یعنی یہ حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے یہانتک کہ آپ پڑھ لکھ لیتے تھے طبرانی نے کہا ہے۔ کہ یہ حدیث بوجہ معارض ہونے قرآن مجید کے منکر یعنی غیر صحیح ہے۔

یہ ہے حدیث کے پرکھنے کے متعلق گذشتہ ایّام کا روشن اور نورانی طریق عمل اور اس کے ہوتے ہوئے حدیث اذا روی لکم عنی کی صحت کے خلاف کسی کی لب کشائی بجوئے نمی ارزد۔

اگرچہ بات نہایت صاف اور مطلب بالکل واضح ہو چکا ہے۔ اور از روئے انصاف گنجائش چون وچرا مطلق باقی نہیں رہی ہے تاہم میں اس پر اکتفا نہ کر کے گواہان ومختاران مدعیہ کی ذہنیت کی رعایت سے چند حوالہ اور پیش کرتا ہوں۔ اور حوالے بھی ایسے جو میرے مدعا کو مختاران مدعیہ کی نظر میں روشن سے روشن تر اور مختاران مدعیہ کو حیران وششدر بنا دینے والے ہی نہیں بلکہ یہ بھی ظاہر کر دینے والے ہیں۔ کہ مختاران مدعیہ حالات اندرون خانہ سے بھی کتنے ناواقف وبے خبر ہیں۔ تمام دیوبندیوں کے مسلّم مقتدا و امام جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانیٔ دارالعلوم دیوبند جن کے غلامان غلام ہونے پر مختار مدعیہ نمبر۲ کا عدالت کے سامنے فخر اور مختار مدعیہ نمبر۱ کی تائید سکوتی ابھی تازی بات ہے۔ اپنی مشہور عالم کتاب ہدیۃ الشیعہ میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

"اہلسنت کلام اللہ کے سامنے کسی کی نہیں سُنتے یہانتک کہ احادیث کو بھی اس پر مطابق کر کے دیکھتے ہیں۔ اگر موافق نکلے تو فبہا ورنہ موافق مثل مشہور کالاء زبون بریش خاوند اس کو راویوں کے سر مارتے ہیں۔ اور جان لیتے ہیں۔ کہ کچھ نہ کچھ راوی کا قصور ہے۔ القصہ عقل ونقل کی کسوٹی اور دین و دنیا میں امام سمجھتے ہیں" (ہدیۃ الشیعہ ص۱۰)

مختاران مدعیہ اور ان سے مناسبت رکھنے والوں نے مخالف قرآن احادیث کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد پر کہ ہم ایسی احادیث کو ردّی میں ڈال دیتے ہیں۔ بڑا جوش ظاہر کیا اور مخلوق کو مغالطہ دینے کیلئے اس امر پر بڑا زور دیا تھا۔ کہ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو ردّی میں ڈال دینے کے قابل ٹھیراتے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ اس سے بڑھکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک اور کیا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ حضرت اقدسؑ کا یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی حدیثوں کے متعلق ہرگز نہیں تھا۔ بلکہ ان کے متعلق تھا۔ جو غلطی سے حدیثیں خیال کی جاتی تھیں۔ اور درحقیقت حضورؐ کی حدیثیں نہیں تھیں۔ بلکہ جعلی اور موضوع تھیں۔ اور مفروضہ طور پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونیکی وجہ سے حدیثیں کہلاتی تھیں۔ اب میں نے اس قسم کی حدیثوں کے متعلق مختاران کے مسلّم امام مولوی محمد قاسم صاحب کا بھی ایک ایسا حوالہ پیش کر دیا ہے۔ جس میں وہ ایسی حدیثوں کو جو خلاف قرآن ہوں راویوں کے سر مارنے کے لائق بنانے پر ہی اکتفا نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو کالائے زبون بھی ٹھیراتے ہیں۔ کیا مختاران مدعیہ اپنے ان امام صاحب کو بھی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے سے بھی زیادہ بے وقعتی کرنے یعنی لوگوں کے سر مار دینے اور کالائے زبون بتانے والا اقرار دیکر کافر و مرتد ٹھیرائیں گے۔

اور مولوی محمد قاسم صاحب بجواب سرسید احمد خان تصفیۃ العقائد ص۳ میں فرماتے ہیں:۔

"واقعی مخالف کلام اللہ نہ کسی محدثؒ کا قول معتبر ہوگا۔ نہ کسی مفسرؒ کا بلکہ خود حدیث اگر مخالف کلام اللہ ہو تو موضوع سمجھی جائے گی۔ مگر تخالف اور توافق کا سمجھنا ہم جیسوں کا کام نہیں اس کے لئے تین علموں کی ضرورت ہے۔ ایک تو علم یقینی معانی قرآنی، دوسرے علم یقینی معانی قول مخالف، تیسرے علم یقینی اختلاف۔ جس کو یہ منصب خدا عطا کرے اس کے بڑے نصیب"

یاد رکھنا چاہیئے کہ علامہ صاحب کے قول "ہم جیسوں سے" ان کے نزدیک مختار مدعیہ نمبر ا کے دینی بزرگ سرسید رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ مراد ہیں۔ نہ اپنے جیسے لوگ اور نہ اپنے بزرگوں اور اُستادوں جیسے۔ کیونکہ آپ ہدیۃ الشیعہ میں یہ اقرار فرما چکے ہیں۔ کہ اہل سُنّت ان حدیثوں کو جو مخالف کلام اللہ ہوں۔ راویوں کے سر مارتے ہیں۔ اور اس قول کے مطابق ایسے لوگ جو مخالف قرآن احادیث کو راویوں کے سر مارنے والے ہوں ہمیشہ پیدا ہوتے رہتے ہیں ہاں ہر شخص کا یہ کام نہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"سُنّی غلط نہیں سمجھ سکتے کیونکہ وہ بفضلہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہیں۔ بلکہ جیسے کسوٹی پر چاندی سونے کو لگا کر کھوٹا پرکھ لیتے ہیں۔ سُنّی روایات کو کلام اللہ پر مطابق کر کے صحیح ضعیف کو دریافت کر لیتے ہیں" (ہدیۃ الشیعہ ص۱۹)

اور فرماتے ہیں:۔

"جس صورت میں کلام اللہ میں رحماء بینھم ہو اور اس کے تمہارے نزدیک یہی معنے ہوں۔ کہ انمیں ہرگز کبھی رنج ہوتا ہی نہیں۔ تو موافق قاعدہ اصول کے ان روایات کا اعتبار نہ ہو گا جو کلام اللہ کے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

204

مخالف ہیں" (ہدیۃ الشیعہ ص۷۹)

کیا مختار مدعیہ کے لئے اپنے اس مسلّمہ امام کی یہ صراحت موجود ہوتے ہوئے بھی حدیث اذا رویٰ لکم عنی کے متعلق یہ کہنے کی از روئے انصاف کوئی گنجائش ہے کہ یہ حدیث بلحاظ معنے و مفہوم کے بھی قرآن مجید کے خلاف ہے اور قابل اعتبار نہیں؟

تیسری بات کا جواب

مختار مدعیہ کا گواہ مدعا علیہ ما کے متعلق یہ کہنا "کہ اس کا یہ قول کہ حدیث بلا سند بھی معتبر ہو سکتی ہے اور اصول حدیث کی کتاب شرح نخبۃ الفکر میں ایسا لکھا ہے۔ محض اتہام ہے" عدالت کو صریح مغالطہ دینا ہے۔ کیونکہ گواہ مدعا علیہ ما نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں شرح نخبۃ الفکر کی عبارت دکھا دی تھی۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:-

"کہ حدیث مشہور کا اطلاق ایک تو اس پر ہوتا ہے جو ہم لکھ چکے ہیں۔ اور جو حدیث زبانوں پر چڑھی ہوئی ہو اس کو بھی مشہور کہتے ہیں۔ اور یہ تعریف ان حدیثوں کو بھی شامل ہے۔ جس کے لئے ایک سند پائی جاتی ہو اور جس کی کوئی سند نہ ہو"

چنانچہ حاشیہ میں اس کی مثال جس کی کوئی سند نہیں پائی جاتی لولاک لما خلقت الافلاک لکھی ہے جسے مختار مدعیہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی سند نہ ہونیکی وجہ سے صنعانی نے اُسے موضوع قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو فوائد المجموعہ للشوکانی ص۱۱۶

اور اسی طرح حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو مختار مدعیہ اور گواہان مدعیہ اور ان کے مقتداؤں کو بھی مسلم ہے اس کی بھی کوئی سند نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ فوائد المجموعہ للشوکانی ص۱۰۱ اور موضوعات کبیر ص۵۷ اور المصنوع فی احادیث الموضوع ص۱۷ میں ابن حجر اور زرکشی اور دمیری اور عسقلانی کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔

اسی طرح حدیث اختلاف امتی رحمۃ کے متعلق موضوعات کبیر ص۲ میں لکھا ہے کہ اس کی کوئی اصل نہیں۔ حالانکہ مختار ان مدعیہ و گواہان مدعیہ کے مسلّمہ بزرگ۔ مولوی خلیل الرحمٰن انبہٹوی نے البراہین القاطعہ ص۳۲ میں جو مولوی رشید احمد صاحب کی مصدقہ ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب نے لطائف قاسمیہ مطبوعہ مجتبائی ص۲۷ میں یہ حدیث صحیح قرار دیکر پیش کی ہے۔

اسی طرح البراہین القاطعہ ص۵۱ میں وہ حدیث جس کا ترجمہ یہ ہے۔ "کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں" صحیح قرار دیکر پیش کی ہے حالانکہ اس کے متعلق بھی لکھا ہے۔ لا اعلم خلف جداری ھٰذا قال ابن حجر لا اصل لہ (فوائد المجموعہ ص۱۱۶) کہ ابن حجر نے کہا کہ حدیث بے اصل ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس مذکورہ بالا احادیث جن کی کوئی سند نہیں پائی جاتی ائمہ اور اکابر امّت میں صحیح تسلیم کیگئی ہیں۔ اور زبان زدِ خلائق ہیں۔ اور مشہور کی قسم میں داخل ہیں۔ اور بلاسند معتبر ہیں۔ ہاں عبداللہ بن مبارک کے قول کے مطابق اسناد کا ہونا بھی ضروری ہے۔ لیکن اگر کوئی حدیث اس حد تک قبولیت کا درجہ پاچکی ہو۔ کہ اس کے لئے سند کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی ہو۔ اور وہ بلاسند مشہور ہوگئی ہو۔ تو وہ حدیث بھی اس حدیث کی طرح جس کی سند بیان کی گئی ہے معتبر سمجھی جائے گی۔ جیسا کہ مذکورہ بالا مثالوں سے واضح ہے۔ کہ باوجود ان کی سندوں کے نہ ہونے کے اکابر ائمہ اور جیّد علماء انہیں صحیح تسلیم کرتے ہیں *

جلال الدین شمس۔ قادیان

"ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام"

(۱) حدیث کے متعلق ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی ہو۔ تو اس پر عمل کر لیا جاوے۔ جب تک کہ وہ مخالف قرآن نہ ہو۔ پھر سُنّت پر ذکر ہوتے ہوتے فرمایا۔ کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے رفع یدین پر کیوں عمل نہ کیا۔ کیا اُس وقت حدیث کے راوی نہ تھے۔ راوی تو تھے۔ مگر چونکہ یہ سُنّت اُس وقت ان کو نظر نہ آئی۔ اس لئے انہوں نے عمل نہیں کیا۔ مولویوں کی بدقسمتی ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ محرّف و مبدّل توریت کو لئے پھرتے ہیں۔ اور یہ بجائے قرآن کریم کے حدیثوں کو لئے پھرتے ہیں * (البدر ۱۴ر نومبر ۱۹۰۲ء صلہ ۶)

(۲) ایک اور غلطی اکثر مسلمانوں کے درمیان ہے۔ کہ وہ حدیث کو قرآن شریف پر مقدّم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ایک غلط بات ہے۔ قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے۔ اور حدیث کا مرتبہ ظنّی ہے۔ حدیث قاضی نہیں۔ بلکہ قرآن اُس پر قاضی ہے۔ ہاں حدیث قرآن شریف کی تشریح ہے۔ اس کو اپنے مرتبہ پر رکھنا چاہیئے۔ حدیث کو اس حد تک ماننا ضروری ہے۔ کہ قرآن شریف کے مخالف نہ پڑے۔ اور اس کے مطابق ہو۔ لیکن اگر اس کے مخالف پڑے۔ تو وہ حدیث نہیں۔ بلکہ مردود قول ہے۔ لیکن قرآن شریف کے سمجھنے کے واسطے۔ حدیث ضروری ہے قرآن شریف میں جو احکام الٰہی نازل ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عملی رنگ میں کرکے اور کرا کے دکھادیا اور ایک نمونہ قائم کر دیا۔ اگر یہ نمونہ نہ ہوتا۔ تو اسلام سمجھ میں نہ آسکتا۔ لیکن اصل قرآن ہے۔ بعض اہل کشف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست ایسی احادیث سُنتے ہیں۔ جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ یا موجودہ احادیث کی تصدیق کر لیتے ہیں * (الحکم ۱۷ر جون ۱۹۰۶ء صلہ ۶)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

205

دعوۃ الی الحق

(یا)

شاہدِ آسمانی

خدا تعالیٰ نے انسان کے وجود کے دو حصّے بنائے ہیں۔ ایک جسم دوسرا رُوح۔ جسم ایک فنا ہونیوالی چیز ہے۔ لیکن رُوح کو خدا تعالیٰ نے دائمی ترقی کیلئے بنایا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ فنا ہونیوالے جسم کی بیماریوں کے علاج اور دفعیہ کیلئے تو خدا تعالیٰ ہمیشہ ہر زمانہ میں ڈاکٹر اور حکیم پیدا کرے۔ لیکن رُوح کے امراض کے دفعیہ کیلئے کوئی روحانی طبیب اور ڈاکٹر پیدا نہ کرے۔ رُوح کی سب سے بڑی بیماری خدا سے غافل ہونا ہے۔ اور اگر دیکھا جائے۔ تو تمام گناہ اسی خطرناک بیماری سے پیدا ہوتے ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے پورا کرنے کیلئے نبیوں اور مامورین من اللہ کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ حتیٰ کہ اسی سلسلہ میں تمام نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ سلم مبعوث ہوئے۔ کیونکہ ان کے زمانہ میں خدا سے غفلت اور لاپروائی اور طرح طرح کے روحانی امراض فسق و فجور کمال حد کو پہنچ چکے تھے۔ مگر بدقسمتی سے مسلمانوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی اور مامور من اللہ کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اور جس طرح پہلے لوگ لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا (حضرت یوسفؑ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی رسول نہیں بھیجیگا) (سورۂ مومن) کہکر جس گڑھے میں گرے۔ اسی طرح مسلمان بھی دیدہ و دانستہ اسی گڑھے میں جا کودے ؂

لیکن سوال تو یہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خدا سے غفلت اور لاپروائی طرح طرح کے گناہ فسق و فجور دنیا میں ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں۔ تو بیشک کسی مامور کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر گناہوں کی بھرمار بلکہ دہریت اور نفسانیت کا دور دورہ ہے۔ تو پھر یہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ کہ رُوحیں تو بیمار ہوں۔ لیکن روحانی حکیموں کی کوئی ضرورت نہ ہو۔ اگر کہا جائے۔ کہ علماء زمانہ اس مرض کی دوا ہیں۔ تو یہ ایک خام خیال ہے۔ اور اس میں دنیا کی کوئی بھلائی نہیں۔ بلکہ ہلاکت ہے۔ کیونکہ جس بیمار کو ایسے حکیم ملیں۔ کہ ہر حکیم دوسرے حکیم کے خلاف رائے رکھتا ہو۔ تو چاہے وہ ہزاروں ہی کیوں نہ ہوں۔ اس میں بیمار کی خیر نہیں۔ اور یہ ایک ظاہر بات ہے۔ کہ مسلمانوں میں بیسیوں فرقے ہیں اور ہر ایک فرقے میں علماء بھی پائے جاتے ہیں۔ جو ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ ایسی صورت میں علماء سے راہبری کی امید رکھنا دانشمندی کے بالکل خلاف ہے ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی تو موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کی اُمّت کے تمام فرقوں میں علماء موجود تھے مگر اُن علماء سے اُن اُمتوں کو کیا فائدہ پُہنچا۔ جب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت نے بھی حضرت نبی کریم صلعم کے ارشاد کے مطابق یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلنا تھا۔ تو ایسے وقت میں اِن کے علماء اِن کو کیا فائدہ پُہنچا سکتے ہیں۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم علماءھم شرّ من تحت ادیم السماء کی پُرہیبت خبر بھی دے چکے ہیں۔ کہ اگر عام مسلمان یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چلیں گے۔ تو ان کے مولوی بھی ان سے کچھ کم نہیں رہیں گے۔ بلکہ آسمان کے نیچے سب سے بُری مخلوق اُس وقت مسلمانوں کے مولوی ہونگے۔ غرض اختلافات کے زمانہ میں تو یہ علماء اور بھی زیادہ عوام کی حیرانی اور سرگردانی کا موجب ہوتے ہیں۔ پس ایسے مشکل کے وقت میں مامور من اللہ کے سوا اور کوئی حقیقی راہبر نہیں ہو سکتا ؂

لیکن جب باعث بُعدِ زمانی ایک مامور کے متبعین میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے تو پھر مامور کی ضرورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر سَو سال کے سر پر مجدّد قائم ہونیکی خبر دی ہے۔ جس کو خدا تعالےٰ مخلوق کی اصلاح کیلئے مبعوث فرماتا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا۔ کہ خدا تعالیٰ اُمّتِ محمّدیہ کیلئے ہر سَو سال کے سر پر ایسے شخص کو مبعوث کیا کریگا جو اس صدی کے لوگوں کے دین کی اصلاح کرے۔ جس سے معلوم ہُوا کہ صدی کے ختم ہوتے ہوتے لوگوں کی دینی حالت بگڑ کر مامور من اللہ کی ضرورت پیدا کر دیتی ہے۔ کیونکہ ہر مامور کی صدی میں بہترین لوگ اس کے صحابہ ہوتے ہیں۔ پھر تابعین، پھر تبع تابعین، پھر بُرا زمانہ آجاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کا ماخذ دراصل قرآن کریم ہے۔ کیونکہ سورۂ ملک میں جہنمیوں کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کلما القی فیھا فوج سئلھم خزنتھا الم یأتکم نذیر قالوا بلےٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلال کبیر وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر کہ ہر دفعہ جب ایک فوج جہنم میں ڈالی جائیگی تو جہنم کے داروغے ان سے پوچھیں گے۔ کہ کیا تمہاری طرف کوئی نذیر نہیں آیا تھا وہ جواب دینگے کہ نذیر تو آیا تھا۔ لیکن ہم نے اس کو قبول کرنیکی بجائے اس کی تکذیب کی اور اس کے دعویٰ الہام کے متعلق بھی ہم نے یہ کہدیا۔ کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ خدا نے کوئی وحی و الہام تم پر نازل نہیں کیا۔ بلکہ تم تو خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اس لئے بڑی حسرت سے کہیں گے۔ کاش ہم ان کی باتیں سُنتے یا عقل سے کام لیتے۔ تو آج ہم جہنمی نہ بنتے ؂

Digitized by Khilafat Library Rabwah
206

اس آیت سے ثابت ہُوا۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو فوج در فوج لوگ گذرے۔ یا قیامت تک جو فوج در فوج لوگ گذرینگے۔ ان کی طرف بھی مُلہم نذیر کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ جنّمیوں کی ہر ایک فوج اپنی اپنی باری یہ کس طرح کہہ سکتی ہے۔ کہ ہماری طرف نذیر تو آیا تھا۔ لیکن ہم نے ان کی اور ان کے دعویٰ امام کی تکذیب کی۔ بلکہ ہم نے انہی کو بڑا گمراہ قرار دیا۔ اس آیت سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کے بعد نذیروں کا سلسلہ ختم نہیں ہُوا۔ وہاں یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسے نذیر اُس وقت آتے ہیں۔ کہ جب لوگ گمراہی میں پڑ جاتے ہیں۔ لیکن جب وہ نذیر لوگوں کو ضرورت زمانہ اور لوگوں کی گمراہی کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو لوگ اُلٹا یہ کہدیتے ہیں کہ ہم تو کوئی گمراہ نہیں ہوئے اور نہ ہی ہمیں کسی مامور کی ضرورت ہے۔ گمراہ تو تم خود ہی ہو۔ غرض مذہبی اختلافات کی بھرمار کے باوجود وہ امام کی ضرورت کے قائل نہیں ہوتے۔ اور نہ ہی زمانہ میں فسق و فجور اور فساد برپا ہونے کے باوجود وہ کسی مصلح ربانی کی ضرورت کے قائل ہوتے ہیں۔ لیکن آخر بڑی حسرت سے کہیں گے لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر۔

ایسا ہی سورۂ صٓ کے پہلے رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کم اھلکنا من قبلھم من قرن فنادوا ولات حین مناص وعجبوا ان جاءھم منذر منھم فقال الکافرون ھذا ساحر کذاب کہ کیا حضرت محمد رسول اللہ کی صدی کے لوگ یہ نہیں جانتے کہ ان سے پہلے کس قدر صدیوں کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا اُس وقت انہوں نے بہت چیخ و پکار کی مگر ان کو کہیں بھاگنے کا موقعہ نہ ملا۔ کیونکہ انہوں نے تعجب کیا۔ کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انہی میں سے ایک شخص ان کی طرف نذیر بنکر آجائے۔ اس لئے منکرین نے اس کو ساحر اور کذاب قرار دیدیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ ہر صدی کے لوگ ہلاک تب کئے گئے۔ کہ پہلے ان کی طرف نذیر آگیا جس نے ان کے گناہوں کے بد انجام سے ان کو ڈرایا اور اصلاح کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن وہ اپنی لاپروائی کے باعث تباہیوں اور عذابوں میں مبتلا کیے گئے۔

ایسا ہی سورۂ قٓ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے کل کذب الرسل فحق وعید کہ ہر ایک قوم نے پہلے اپنے اپنے زمانہ کے رسول کی تکذیب کی۔ تب وہ عذاب کے مستحق ٹھہرے۔ ایسا ہی سورۂ یونس میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولقد اھلکنا القرون من قبلکم لما ظلموا وجاءتھم رسلھم بالبینٰت فما کانوا لیؤمنوا کذٰلک نجزی القوم المجرمین کہ تم سے پہلے صدیوں کے جو لوگ گذرے ان کو ہم نے اسی لئے عذاب پہنچائے۔ کہ انہوں نے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام فرماتے ہیں۔ "جن لوگوں کو ادب قرآن نہیں دیا گیا وہ اس موقعہ پر حدیث کو قاضی قرآن کہتے ہیں۔ جیسا کہ یہودیوں نے اپنی حدیثوں کی نسبت کہا۔ مگر ہم حدیث کو خادم قرآن اور خادم سُنّت قرار دیتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آقا کی شوکت خادموں کے ہونے سے بڑھتی ہے۔ قرآن خدا کا قول ہے۔ اور سُنّت رسول اللہ کا فعل اور حدیث سُنّت کیلئے ایک تائیدی گواہ ہے۔ نعوذ باللہ یہ کہنا غلط ہے کہ حدیث قرآن پر قاضی ہے اگر قرآن پر کوئی قاضی ہے تو وہ خود قرآن ہے۔ حدیث جو ایک ظنّی مرتبہ پر ہے۔ قرآن کی ہرگز قاضی نہیں ہو سکتی۔ صرف ثبوت مؤیّد کے رنگ میں ہے۔ ...... اگر کوئی ایسی حدیث ہو جو قرآن شریف کے بیان کردہ قصص سے صریح مخالف ہے تو اس کی تطبیق کیلئے فکر کرو شاید وہ تعارض تمہاری ہی غلطی ہو اور اگر کسی طرح وہ تعارض دُور نہ ہو تو ایسی حدیث کو پھینکدو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نہیں ہے۔" (کشتی نوح صفحہ ۵۷-۵۸)

شمس

حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ

حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اعجاز احمدی میں فرمایا ہے۔ کہ جو روایت قرآن مجید کے مخالف ہے۔ اُسے ہم ردّی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ اور یہی اصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

"تکثر لکم الاحادیث بعدی فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ فما وافق فاقبلوہ وما خالف فردّوہ" یعنی میرے بعد کثرت سے تمہارے پاس حدیثیں پہنچیں گی۔ پس جب تمہارے پاس کوئی حدیث میری طرف منسوب کر کے بیان کی جائے۔ تو تم اس کو کتاب اللہ پر عرض کرو۔ پس جو کتاب اللہ کے موافق ہو اسے قبول کر لو اور جو اس کے مخالف ہو اُسے ردّ کر دو۔

لیکن اس حدیث پر مختار مدعیہ نے یہ جرح کی ہے:۔

عا کہ یہ حدیث توضیح تلویح اور اصول شاشی سے پیش کیگئی ہے اور وہ اصول فقہ کی کتابیں ہیں۔ کسی حدیث کی کتاب سے نقل نہیں کیگئی اور جن کی کتابوں سے نقل کیگئی ہے وہ محدث نہیں ہیں۔

عا۲ فوائد المجموعہ میں علامہ شوکانی نے کہا ہے وضعتہ الزنادقۃ کہ یہ بیدینوں کی حدیث ہے۔ اور یہی بات یحییٰ بن معین اور علامہ ذہبی کہتے ہیں اور علامہ شوکانی نے کہا ہے کہ مفہوم کے لحاظ سے اس حدیث کو آیت ما آتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا ردّ کرتی ہے۔

عا۳ گواہ مدعا علیہ عا کا یہ کہنا کہ حدیث بلا سند بھی معتبر ہو سکتی ہے۔ اور اصول حدیث کی کتاب شرح نخبۃ الفکر میں ایسا لکھا ہے محض اتہام ہے اور محض مغالطہ دینے کی کوشش کیگئی ہے۔ اور صحیح مسلم جو صحیح بخاری کے ہم پایہ کتاب ہے۔ اس میں عبداللہ بن مبارک کا قول ہے۔ کہ اسناد دین سے ہے۔ اگر اسناد نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہتا لہٰذا بلا سند

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ظلم سے کام لیا۔ یعنی خدا کا حق بھی مارا اور مخلوقِ خدا کے حقوق بھی تلف کیئے۔ حالانکہ ان صدیوں کے لوگوں کی طرف ان کے رسول بھی ان کو متنبہ کرنے کیلئے آئے۔ لیکن انہوں نے ان کی بھی نہ مانی۔ غرض مجرم قوم کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ٭

ان آیات سے یہ ثابت ہوا۔ کہ نذیر کا تعلق صدی کے ساتھ ہے (چنانچہ بخاری میں حضرت نبی کریم صلعم کی ایک حدیث بھی اس مفہوم کی آئی ہے آپ فرماتے ہیں بعثت من خیر قرون بنی آدم قرنا فقرنا حتیٰ کنت من القرن الذی کنت منہ جس قرن اور صدی پر آنحضرتؐ مبعوث ہوئے ہیں وہ سب سے افضل قرن ہے) نیز یہ کہ صدی کے اندر اندر لوگ ظلم اور تعدی کی راہ اختیار کر لیتے ہیں۔ نیز یہ کہ جب لوگ نذیر کی بات نہیں مانتے بلکہ اپنے ظلم میں حد سے بڑھ جاتے ہیں۔ تب وہ عذاب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں۔ نیز یہ کہ ہر مجرم قوم کا خدا نے یہی بدلہ مقرر کر رکھا ہے کہ جب وہ اپنی صدی کے مامور کے متنبہ کرنے کے باوجود ظلم اور تعدی نہیں چھوڑتے۔ تب خدا تعالیٰ ان کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کرتا ہے۔ اور بعد الموت بھی وہ جہنم کے وارث ٹھہرتے ہیں ٭

غرض اسی لیے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ ہر سو سال کے سر پر لوگوں کے دین کی اصلاح کیلئے کسی شخص کو مبعوث فرماتا ہے جو لوگوں کو اصلاح کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ چونکہ ضرورت زمانہ کے مطابق خدا کے نذیروں میں درجے رکھے گئے ہیں۔ اس لئے جتنی بڑی گمراہی ہوتی ہے اتنی ہی بڑی شان کا نذیر مبعوث کیا جاتا ہے اور اسی نسبت سے ان کی تکذیب کرنیوالوں کی ہلاکت کا دائرہ بھی کم یا وسیع ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے سورۂ شعراء میں فرمایا ہے۔ ما اھلکنا من قریۃ الا لھا منذرون کہ ہم نے کبھی کسی بستی کو ہلاکت اور عذاب میں مبتلا نہیں کیا۔ مگر پہلے ضرور ان کی آگاہی کیلئے ان کی طرف نذیر بھیجدیا سو بعض نذیر ایسے ہوئے ہیں۔ جن کی دعوۃ کا دائرہ محدود ہوا ہے۔ اس لئے ان کی تکذیب کرنیوالوں پر جو عذاب نازل ہوا اس کا دائرہ بھی محدود رہا۔ لیکن جن کی دعوۃ کا دائرہ وسیع ہوا۔ ان کی تکذیب کرنیوالوں پر جو عذاب نازل ہوا اس کا دائرہ بھی وسیع ہوا۔ اور یہ جو خدا نے فرمایا۔ کہ ہم نے کسی بستی کو عذاب نہیں دیا۔ مگر پہلے اس کی طرف ڈرانیوالا نذیر ضرور بھیجدیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک بستی میں نذیر پیدا ہوتا رہا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ جس جگہ کسی مامور کو کھڑا کرتا ہے۔ اس جگہ کو دوسری بستیوں کیلئے مرکز بنا دیتا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ سورۂ قصص میں فرماتا ہے۔ ما کان ربک مھلک القریٰ حتیٰ یبعث فی امھا رسولا یتلوا علیھم اٰیٰتنا کہ خدا تعالیٰ کبھی بستیوں کی بستیوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ مگر پہلے بستیوں کا ایک مرکز قائم کرکے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس میں اپنے رسول کو کھڑا کر دیتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی آیات ان کو سُناتا ہے۔ (نوٹ۔ اہلاک کے معنے 'موت' بھی ہیں اور 'عذاب' بھی، جیساکہ سورۂ اعراف میں ہے افتھلکنا بما فعل المبطلون کہ اے خدا باطل پرستوں نے جو کرتوت کیئے کیا اس کے بدلے تُو ہمیں عذاب دیگا یہاں پر اہلاک کے معنے 'عذاب' ہیں کیونکہ قیامت کو تو موت ہے ہی نہیں)

207

پس موجودہ زمانہ کے وسیع عذاب اور عالمگیر تباہیاں بتارہی ہیں۔ کہ اس چودھویں قرن کے سر پر کوئی عظیم الشان نذیر مبعوث کیا گیا ہے جس کی دعوۃ کا دائرہ بھی وسیع اور عالمگیر ہے۔ اور محولہ بالا آیات کی روشنی میں یہ ناممکن ہے۔ کہ کسی رسول کی بعثت کے بغیر ہی اس قدر دنیا پر عذاب نازل ہورہے ہوں۔ بلکہ یہ وہ زمانہ ہے جس کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل میں پہلے سے خدا تعالیٰ خبر دے چکا ہے۔ ان من قریۃ الا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذبوھا عذابا شدید کان ذٰلك فی الکتاب مسطورا۔ کہ قیامت سے پہلے پہلے یعنی آخری زمانہ میں ایسا واقعہ ہونا یقینی ہے۔ کہ کوئی ایسی بستی نہ ہوگی جس کو ہم ہلاک نہ کر ڈالیں یا اس کو سخت سے سخت عذاب میں مبتلا نہ کریں۔ پس ایسی عالمگیر مصیبتوں کے نزول سے پہلے کسی عظیم الشان مامور کا آنا ضروری تھا۔ کسی معمولی خلیفہ اور مجدّد کی بعثت پر ایسا عالمگیر عذاب نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں آخری زمانہ میں ایسے عالمگیر عذاب اور تباہی کی خبر دی گئی ہے وہاں اسلام اِس آخری زمانہ میں بڑے زور سے ایک نبی کی بھی خبر دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک مذہب میں ایک نبی کی خبر پائی جاتی ہے۔ پس یہ عالمگیر تباہیاں اور طرح طرح کے عذاب پکار پکار کر کہہ رہے ہیں۔ کہ وہ قوموں کا موعود آگیا ہے جس کی آواز پر کان نہ دھرنے سے قومیں خدا کی مجرم ہو کر عذاب اور ہلاکت کی مستحق ٹھیر گئیں۔ اگرچہ اپنے ظلموں اور گناہوں کی وجہ سے لوگ پہلے ہی عذاب الٰہی کے مستحق ٹھیر جاتے ہیں۔ مگر خدا تعالیٰ کا یہ احسان ہوتا ہے۔ اور اس کا رحم تقاضا کرتا ہے۔ کہ جبتک ہر زمانہ کے لوگوں کو مامور کے ذریعے متنبہ نہ کردے۔ ان پر عذاب نازل نہ کرے تا وہ کوئی عذر نہ کرسکیں جیساکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ولو انا اھلکناھم بعذاب من قبلہ لقالوا ربنا لولا ارسلت الینا رسولا فنتبع اٰیاتك۔ سورۂ طٰہٰ کہ اگر ہم ان کی بداعمالیوں کے باعث رسول بھیجنے سے پہلے ہی ان کو ہلاک کردیں تو وہ یہ عذر کرسکتے ہیں کہ اے ہمارے رب اگر ہم غفلت میں پڑے تھے تو تُو نے عذاب بھیجنے سے پہلے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجدیا تا کہ ہم ڈر کر گناہوں سے باز آتے اور تیرے حکموں پر پورے پورے چلتے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی شان کے یہ خلاف ہے کہ بستیوں کی بستیوں کو وہ بے خبری میں ہلاک کر ڈالے جیساکہ سورۂ انعام میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ذٰلك ان لم یکن ربك مھلك القریٰ بظلم واھلھا غافلون۔ اس لئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خدا تعالیٰ عذابوں کے نزول سے پہلے اپنے ماموروں کے ذریعے لوگوں کو خبردار کر دیتا ہے ؛

سو وہ آخری زمانہ کا عظیم الشان نذیر ملہم من اللہ حضرت مرزا غلام احمدؐ صاحب ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے اس چودھویں صدی کے لئے منتخب فرمایا ہے اور جو صرف مجدّد ہی نہیں۔ بلکہ ضرورت زمانہ کے باعث خدا کے فضل نے ان کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب نبی بھی بنایا ہے۔ اور جن کا مرکز قادیان دارالاسلام ہے۔ شاید کوئی یہ کہدے کہ موجودہ تباہیاں اور طرح طرح کے عذاب حضرت نبی کریم صلعم کے انکار کے باعث دنیا پر نازل ہو رہے ہیں۔ تو یہ اس کے نفس کا دھوکہ ہوگا۔ اس طرح تو ہندو کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تباہیاں کرشن کے انکار کے باعث آرہی ہیں۔ اور عیسائی اس کا باعث مسیحؑ کا انکار، اور یہودی موسیٰؑ کا انکار قرار دے سکتے ہیں۔ اور اس حقیقت کو مدّ نظر رکھا جائے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبؑ کا منکر خود حضرت نبی کریمؐ کا منکر ہے۔ تو پھر بے شک یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ یہ تباہیاں حضرت نبی کریم صلعم کے انکار کے باعث آرہی ہیں کیونکہ دنیا نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک عظیم الشان نائب کا اس وقت انکار کیا ہے۔ اور اس کی باتوں پر کان نہیں دھرا ؛

لیکن کوئی صاحب کہہ سکتے ہیں۔ کہ حضرت مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور ان کا درجہ گھٹتا ہے۔ کیونکہ حضرت نبی کریمؐ خاتم النبیین ہیں۔ اور وہ خود فرما چکے ہیں۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لیکن اگر خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کا یہی مطلب ہوتا تو پھر آنحضرت صلعم کے بعد اسلام میں کسی نبی کے آنے کی خبر ہرگز نہ دیجاتی۔ اور نہ اہل اسلام آنحضرتؐ کے بعد کسی نبی کی انتظار میں اپنا وقت ضائع کرتے۔ پس اہل اسلام میں آنحضرت صلعم کے بعد ایک نبی کی انتظار اس بات کی قوی دلیل ہے۔ کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کا جو مطلب لیا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔ پس حضرت مرزا صاحبؑ کا ایسی نبوۃ کا ہرگز کوئی دعویٰ نہیں جس میں حضرت نبی کریم صلعم کی توہین ہوتی ہو اور ان کا درجہ گھٹے۔ کیونکہ ایک نبی وہ ہوتا ہے جو نئی شریعت اور نیا قانون لاتا ہے۔ اور ایک نبی وہ ہوتا ہے جو اپنی کوئی نئی شریعت نہیں لاتا۔ بلکہ ہر ایک امر میں اپنے صاحب شریعت نبی کا وہ **تابع ہوتا ہے**۔ اور ظاہر ہے کہ اس میں صاحب شریعت نبی کی کوئی توہین نہیں۔ بلکہ اس کی عزت ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰؑ صاحب شریعت نبی ہیں اور حضرت ہارونؑ بھی نبی ہیں۔ مگر حضرت موسیٰؑ کے وزیر اور نائب ہیں۔ اب کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ اس میں حضرت موسیٰؑ کی توہین ہے۔ اور ان کا درجہ گھٹتا ہے؟ پس اگر حضرت ہارونؑ کے نائب نبی بنجانے سے حضرت موسیٰؑ کا منصب نبوت چھنتا نہیں اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہ ان کا درجہ گھٹتا ہے تو پھر حضرت مرزا صاحبؑ حضرت نبی کریم صلعم کے تابع نبی ہو کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا موجب کیسے ہو سکتے ہیں۔ ہاں اگر حضرت مرزا صاحبؑ اپنا کوئی نیا کلمہ تجویز کرتے۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کی شریعت کو منسوخ ٹھیراتے تو بے شک ان کی نبوّت حضرت نبی کریم صلعم کے منصبِ نبوّت کی توہین کا موجب ہوتی۔ مگر موجودہ صورت میں تو اس وہم کی کوئی گنجائش ہی نہیں ✤

208

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے نبیوں کو ختم کرنیوالے نہیں۔ جن کی نبوّت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت کو بڑھانیوالی ہے۔ اور آپؐ ہی کی مُہر ختم نبوّت کا نتیجہ ہے۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ مسلمان حضرت عیسیٰ نبی اللہ کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں وہ دوبارہ آکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہونگے اور اپنا کلمہ چھوڑ کر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھینگے اور پڑھائینگے۔ مگر ان کا انتظار تو بے فائدہ ہے۔ کیونکہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کے فرمان کے مطابق ایک سو بیس برس کی عمر پاکر وفات پا چکے ہیں۔ اور آنیوالا آسمان پر ان کا نام پاکر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت میں سے ہی آنا تھا سو وہ آگیا۔ اور اس طرح موسوی سلسلہ کی مشابہت محمدی سلسلہ کے ساتھ مکمل ہو گئی۔ اگر اُمّت محمدیہ کا کوئی حصہ یہودی نام پاتا۔ لیکن مسیحؑ کا نام کسی کو بھی نہ دیا جاتا۔ تو دونوں سلسلوں کی مشابہت سخت ناتمام رہتی۔ بلکہ اُمّت محمدیہ کی سخت توہین ہوتی۔ کہ نعوذ باللہ یہ اُمّت ایسی نالائق ہے۔ کہ یہودیت تو اس کے حصے میں آسکتی ہے لیکن مسیحیت اس کے حصے میں نہیں آسکتی۔ پس جس طرح اُمّت محمدیہ واقعہ میں یہودی نہیں۔ بلکہ اس نے اپنی کرتوتوں کی وجہ سے آسمان پر یہودی نام پایا تھا۔ ایسا ہی آنیوالا مسیحؑ بھی پہلا اسرائیلی مسیحؑ نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ بلکہ اسی اُمّت میں سے ہی ایک فرد کامل کو مسیحؑ کا نام دیا جانا ضروری تھا۔ تا مثیل یہود کی طرف انہی میں سے مثیلِ مسیحؑ قائم کر کے مسلمانوں کی یہودیت کا داغ مٹا کر ان کی عزّت افزائی کیجائے ✦

سو اسی مشابہت کی وجہ سے اُمّت محمدیہ کے ایک فرد حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کو خدا تعالیٰ نے آسمان پر عیسیٰ مسیحؑ کا نام دیکر مخلوق کی طرف مبعوث کر کے مسلمانوں پر خاص احسان کیا۔ کہ ایک طرف تو ان کی یہودیت کا داغ مٹانا چاہا۔ اور دوسری طرف ان کو مسیحیت کا درجہ عطا کر کے ان کی عزت کو بڑھایا۔ بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرما دیا۔ کہ اب نبوّت صرف اُمّت محمدیہ کو ہی عطا ہو۔ کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل خدا تعالیٰ کی یہ سُنّت تھی۔ کہ وہ ہر ایک قوم میں نبی مبعوث فرمایا کرتا تھا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان من امة الا خلا فیھا نذیر کہ کوئی اُمّت ایسی نہیں جس میں خدا نے نذیر نہ بھیجا ہو مگر خدا تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلعم کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مبعوث فرما کر اس طریق کو منسوخ کر دیا۔ اور دوسری تمام قوموں کے نبی ختم کر دیئے خواہ وہ نئے ہوں یا پرانے۔ مگر حضرت نبی کریمؐ کی اُمّت کیلئے یہ دروازہ کُھلا رکھا۔ اب نہ موسیٰؑ آسکتا ہے نہ عیسیٰؑ۔ اور نہ ہی اب کوئی شخص موسیٰؑ یا عیسیٰؑ کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بن سکتا ہے۔ خدا کے مقرب بننے کی اب صرف یہی راہ ہے کہ عیسائی ہو یا موسائی وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنے۔ غرض نہ آسمان سے پہلے کبھی کوئی نبی آیا۔ اور نہ آئندہ کوئی آسمان سے آسکتا ہے۔ زمین والوں کی طرف ہمیشہ زمین سے ہی نبی مبعوث کیئے جاتے ہیں۔ سُنّت اللہ کے خلاف آسمان کا مُنہ تاکنا بالکل فضول ہے۔

اس زمانہ میں ختم نبوّت کے مفہوم کو محاورات زمانی نے بھی خوب کھول دیا ہے۔ مثلاً ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ جاپان نے تمام دنیا کی تجارت کا خاتمہ کر دیا ہے۔ باوجود اس کے کہ "تمام" کا لفظ بولا جاتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاتا۔ کہ جاپان نے اپنی قوم کی تجارت کو بھی ختم کر دیا ہے۔ پس ٹھیک اسی طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تمام غیر قوموں کے نبی ختم کر دیئے ہیں نہ ان کا پہلا کوئی نبی واپس آسکتا ہے۔ خواہ وہ عیسیٰؑ ہو یا موسیٰؑ۔ اور نہ کوئی اب نیا نبی ان میں سے پیدا ہو سکتا ہے۔ مگر حضورؐ نے اپنی اُمت کیلئے اس دروازہ کو بند نہیں فرمایا۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی نبی جتنے بھی ہوں اس میں حضرت نبی کریمؐ کی اور حضرت نبی کریم صلعم کی اُمت کی عزت اور فخر ہے ؎

ہم ہوئے خیر اُمم تجھ سے ہی اے خیر رُسل ؛ تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
(حضرت مسیح موعودؑ)

پس خدا تعالیٰ نے صرف مسلمانوں کی یہودیت کا داغ مٹانیکا ہی انتظام نہیں فرمایا۔ بلکہ نبوّت اور مسیحیت کو آنحضرت صلعم کی غلامی کے ساتھ وابستہ کر کے اُمت محمدیہ کے لئے دیگر انبیاءؑ کی اُمتوں پر دائمی عزت کا سامان پیدا کر دیا۔ اِسی لئے فاتبعونی یحببکم اللہ کا اعلان کیا گیا۔ کہ جو بھی خدا تعالیٰ کا محبوب بننا چاہتا ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنجائے اس کو آنحضرت صلعم کی غلامی کے ماتحت محبوبیت کے تمام درجے مل سکتے ہیں۔ چنانچہ پانچویں پارہ میں خدا تعالیٰ نے اس حقیقت کو اس طرح کھولا ہے کہ آنحضرت صلعم کی اطاعت اختیار کرنے کے نتیجے میں "محبوب" کی جگہ نبی، صدیق، شہید اور صالح کا ذکر فرمایا ہے۔ پس آنحضرت صلعم کی تابعداری سے خدا کے محبوب بننے کا یہ مطلب ہوا کہ حسب اطاعت کوئی نبی بنے گا۔ کوئی صدیق۔ کوئی شہید اور کوئی صالح۔ کیونکہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق یہ سبھی خدا کے محبوب ہیں۔ مگر دونو آیتوں میں اتباع اور اطاعت کا لفظ رکھ کر خدا تعالیٰ نے یہ ظاہر فرما دیا۔ کہ محبوبیت کا کوئی ایسا درجہ نہیں مل سکتا۔ کہ جس سے کوئی شخص آنحضرت صلعم کی اطاعت اور غلامی سے لاپرواہ ہو سکے۔ اِسی لئے حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں ؎ :-

Digitized by Khilafat Library Rabwah

یکقدم دُوری ازاں عالیجناب ۞ نزدِ ما کفر است وخسران وتباب

کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے ایک قدم بھی اِدھر اُدھر ہونا ہمارے نزدیک صریح کفر اور گھاٹا اور تباہی ہے ۞

209

اُس نبیوں کے سردار کی نسبت خدا تعالیٰ پارہ ۱۲ رکوع ۱ میں فرماتا ہے۔ افمن کان علےٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھدٌ منہُ ومن قبلہ کتاب موسےٰ اماماً ورحمۃ الآیہ کہ حضرت محمد رسول اللہ خود بھی اپنے رب کیطرف سے اپنی صداقت کے دلائل لائے ہیں۔ اور حضرت نبی کریمؐ کے پیچھے بھی ایک عظیم الشان گواہ خدا کی طرف سے آئیگا۔ جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی عظیم الشان گواہی دے گا۔ ایسا ہی حضرت محمد رسول اللہ سے پہلے حضرت موسیٰؑ اپنی کتاب میں حضرت سرورِ کائنات کی رسالت کی طرف راہنمائی کر چکے ہیں۔ پس ایسے عظیم الشان نبی کی صداقت میں شک لانا عقلمندی کے خلاف ہے۔ اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے۔ کہ جس طرح حضرت نبی کریم صلعم سے پہلے ایک عظیم الشان نبی حضرت موسیٰؑ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلعم کے بعد بھی ایک عظیم الشان نبی آنحضرت صلعم کی رسالت کی گواہی دینے کیلئے آنیوالا ہے۔ جبکہ دنیا کے تمام احزاب اور گروہ طرح طرح سے آنحضرت صلعم کی تکذیب کر رہے ہونگے۔ اس آیت میں شاھدٌ منہُ کا فقرہ اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ خاص طور پر اس شخص کو اپنی طرف سے مبعوث فرمائیگا۔ چونکہ قرآن کریم کی آیات اپنے معانی میں بہت وسعت رکھتی ہیں۔ اس آیت میں جہاں "مِنہُ" کی ضمیر "رب" کیطرف جاتی ہے کہ وہ شاہد رب کی طرف سے مبعوث ہوگا۔ وہاں "مِنہُ" کی ضمیر مَن کی طرف بھی جاتی ہے جس کے معنے یہ ہونگے کہ جہاں وہ عظیم الشان شاہد خدا کی طرف سے مبعوث ہوگا وہاں وہ عظیم الشان شاہد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہوگا یعنی وہ حضرت نبی کریم صلعم کی اُمت میں سے ہوگا اور آپؐ کا تابع ہوگا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں۔ فمن تبعنی فانہٗ منی کہ جس نے میری تابعداری کی وہ ضرور مجھ سے ہے۔ اور قرآن کریم میں شاہد نبی کو بھی کہا گیا ہے جیسا کہ سورۃ احقاف میں آتا ہے وشھد شاھد من بنی اسرائیل علےٰ مثلہ کہ بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان نبی نے اپنے مثیل نبی کی گواہی دی ہے۔ جیسا کہ اعمال ۳ ۲۲ میں بھی لکھا ہے "یہ وہی موسیٰ ہے جس نے بنی اسرائیل سے کہا تھا۔ کہ خدا تمہارے بھائیوں میں تمھارے لئے مجھ سا ایک نبی پیدا کریگا۔" سو موسیٰؑ کی اس پیشگوئی کے پورا ہونیکی طرف خدا تعالیٰ سورۂ مزمل میں یوں توجہ دلاتا ہے انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الےٰ فرعون رسولا کہ فرعون کیطرف جیسا رسول آیا تھا (یعنی موسیٰؑ) اُس جیسا رسول ہم نے تمہاری طرف بھیجدیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

غرض جسطرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ان کی نبوّت کا پہلا شاہد نبی ہے۔اسی طرح حضرت نبی کریم صلعم کے بعد انکی نبوّت کا دوسرا شاہد بھی نبی اور خدا کیطرف سے مبعوث ہونیوالا ہے۔ ہاں دونو شاہدوں میں فرق صرف یہ ہے کہ پہلا شاہد حضرت نبی کریم صلعم کا تابع نہ تھا لیکن دوسرا شاہد حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی اور آپؐ کا تابع ہے۔جیساکہ " شاھدٌ منہُ " کے فقرے سے ظاہر ہے۔ نیز پہلے شاہد نے تو یہ گواہی دی تھی۔کہ حضرت محمدؐ رسول اللہ پیدا ہونیوالے ہیں۔لیکن دوسرے شاہد کی گواہی یہ ہے۔کہ سردار گلہ بان محمدؐ رسول اللہ پیدا ہوچکا ہے۔اور اپنی گواہی کے ساتھ زبردست دلائل اور زندہ نشان لایا تا دنیا کی تمام گوری کالی قومیں نبیوں کے سردار اور قوموں کے حقیقی شفیع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن پکڑیں اور نجات پائیں۔اس آیت میں " شاھدٌ " سے مراد کوئی مولوی عالم وغیرہ نہیں ہوسکتا۔کیونکہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد حضورؐ کی رسالت کی گواہی دینے والے علماء تو لاکھوں ہوچکے ہیں۔لیکن شاھدٌ کا لفظ ایک گواہ کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔اور پھر شاھدٌ کا نکرہ ہونا اُس کی بہت بڑی شخصیّت کو ظاہر کرتا ہے۔اور پھر شاھدٌ منہُ سے اُس کا خدا کی طرف سے مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے ؛

گو نبی پر ایمان لانیوالے سارے کے سارے نبی کی سچّائی کے گواہ ہوتے ہیں لیکن در اصل ایک ملہم من اللہ کا حقیقی گواہ ملہم من اللہ ہی ہوسکتا ہے۔کیونکہ وہ براہِ راست خدا سے علم پاکر گواہی دیتا ہے۔اسلئے اس شاہد سے مراد محض کوئی مولوی یا عالم نہیں ہوسکتا۔اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی تصریحات میں بھی ایک نبی کی آمد کی خبر پائی جاتی ہے۔اگرچہ غلطی سے اس سے مراد مسیح موسوی علیہ السلام لیا گیا ہے۔حالانکہ اس سے مراد مسیح محمدی ع ہے۔کیونکہ جب حدیث میں بھی ایک نبی کی آمد کی خبر ہے۔اور قرآن کریم بھی ایک نبی کی آمد کی خبر دیتا ہے۔لیکن ساتھ ہی شاھدٌ منہُ کہکر یہ ظاہر کردیتا ہے۔کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کا اُمّتی ہوگا۔اور بخاری میں بھی اماکم منکم کہکر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ وہ مسیح تمہارا امام ہوگا تمہیں میں سے۔نہ کہ بنی اسرائیل میں سے۔تو پھر پیشگوئی سے مسیح موسوی کی دوبارہ آمد کا مفہوم نکالنا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ حالانکہ وہ حضرت نبی کریم صلعم کا اُمّتی نہیں۔کیونکہ اُمّتی وہ ہوتا ہے جس کو تمام کمال اپنے نبی متبوع سے حاصل ہو۔لیکن حضرت عیسیٰ ع کا کمال حضرت نبی کریم صلعم کی اتباع کا نتیجہ نہیں۔اس لئے آنحضرت صلعم کے بعد انکی دوبارہ آمد کس طرح جائز نہیں ہوسکتی۔اب تو وہی نبی ہوسکتا ہے جو پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمّتی ہو ؛

اب ایک شخص یہ سوال کرسکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب ع جب کوئی نیا دین نہیں لائے اور نہ کوئی نیا قبلہ یا کلمہ

210
Digitized by Khilafat Library Rabwah

انہوں نے بنایا ہے۔ تو پھر مسلمانوں کو ان کی بیعت کی کیا ضرورت ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کی بیعت بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح حضرت نبی کریم صلعم کی۔ کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ من اطاع امیری فقد اطاعنی و من عصٰے امیری فقد عصانی کہ جس نے میرے نائب کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔ اور جس نے میرے نائب کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے باوجود اس کے کہ کوئی نیا دین یا نیا کلمہ نہیں بنایا تھا۔ مگر تمام مسلمانوں پر ان کی بیعت لازمی تھی۔ صحابہؓ جو خیر القرون میں زندگی بسر کرنیوالے۔ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرنیوالے اور رات دن سرورِ کائنات صلعم کی صحبت میں بیٹھنے والے تھے۔ ان کے لئے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے معاً بعد حضرت نبی کریم صلعم کے نائب کے ہاتھ پر بیعت کرنا لازمی اور ضروری ہو لیکن فیج اعوج کے زمانہ کے مسلمانوں کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کی بیعت ضروری نہ ہو۔ کیا یہ بات عقل میں آ سکتی ہے؟

سورۂ نور میں جہاں خدا تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کی خبر دی ہے وہاں آخر میں یہ فرمایا ہے ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون کہ جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کا انکار کیا وہ فاسق ہے۔ اور پارہ اوّل میں فاسق کی تشریح میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ الذین ینقضون عھد اللہ من بعد میثاقہ کہ فاسق وہ لوگ ہیں جو اللہ سے مضبوط عہد باندھکر پھر توڑ دیتے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ جو اپنے بندوں سے عہد باندھتا ہے۔ تو وہ اپنے نبیوں اور ماموروں کے ذریعے باندھتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ سورۂ فتح میں آنحضرت صلعم سے فرماتا ہے ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ کہ جو تیرے ساتھ بیعت کا عہد باندھتے ہیں۔ وہ دراصل اللہ سے عہد باندھتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جن لوگوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے نائبوں کا انکار کیا۔ انہوں نے اپنے اُس عہد کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انہوں نے خدا سے باندھا تھا توڑ دیا۔ پس جب حضرت محمد رسول اللہ صلعم کے **ایک غیر نبی نائب** کا انکار اتنا خطرناک ہے۔ تو جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے نائب کا انکار کرے کہ جو نبی ہو۔ اُس کے منکر کا کیا حال ہوگا۔ کیونکہ نبی کا نائب غیر نبی بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ وغیرہ مجددین۔ اور نبی کا نائب نبی بھی ہوتا ہے۔ جیسے حضرت ہارونؑ یا حضرت مسیح موعودؑ۔ پس حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی نائب کا انکار کرنا ایسا خطرناک ہے کہ اس سے تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہُوا عہد بیعت بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ ورنہ صحابہؓ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر کبھی بیعت نہ کرتے۔ مبارک وہ جو اس حقیقت کو سمجھے اور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر اپنے ایمان اور عہد کو بچالے واللّٰہ الموفق والمعین ⁂

لیکن کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چار خلیفے ہوئے ہمنے چاروں کو قبول کر لیا۔ ان کے بعد کسی خلیفے اور نائب کی ضرورت نہیں۔ خواہ وہ نائب نبی ہو خواہ غیر نبی لیکن ہم کہتے ہیں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان چار خلیفوں کی بھی کیا ضرورت تھی حالانکہ صحابہؓ بہترین مسلمان تھے۔ جب بہترین مسلمانوں کیلئے بھی حضرت نبی کریم صلعم کے خلیفہ اور نائب کی ضرورت ہے۔ تو بدترین زمانہ میں بدترین مسلمانوں کیلئے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب اور خلیفہ کی ضرورت کیوں نہیں؟ بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ جب خیر القرون میں حضرت رسول خدا کے نائبوں کی ضرورت ہے۔ تو فیج اعوج میں بدرجہ اولیٰ ضرورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب فیج اعوج اور گمراہی کا زمانہ اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ تو خدا تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بھی کامل بھیجا۔ یعنی پہلے نائب نبی نہ تھے۔ مگر اس زمانہ کا نائب نبی ہے۔ اور نبی کا نائب کوئی نئی کتاب نہیں لا سکتا۔ اور نہ وہ اپنا کوئی نیا کلمہ بنا سکتا ہے۔ اسی لئے حضرت مرزا صاحبؑ فرماتے ہیں ؎

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دین ⁂ دل سے ہیں خدام ختم المرسلین

پھر فرماتے ہیں ؎

جمال و حسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ⁂ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ بہت بڑے بڑے لوگ امراء میں سے بھی اور علماء میں سے بھی حضرت مرزا صاحبؑ سے سخت مخالف ہیں اگر حضرت مرزا صاحبؑ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو یہ لوگ کیوں مخالفت کرتے آخر کچھ بات تو ہے جس کی وجہ سے اتنی مخالفت ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آدمؑ کے مقام کے مقابلہ میں ملائکہ کیوں معترض ہوئے جب خلیفۃ اللہ کے معاملہ میں ملائکہ کو بھی دھوکہ لگ سکتا ہے۔ تو علماء اور امراء کیا غلطی نہیں کر سکتے؟ بلکہ پارہ ۸ رکوع اول میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وکذلک جعلنا لکل نبي عدوا شیاطین الانس والجن یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غرورا۔ کہ جنوں اور انسانوں میں سے جو سردار اور سرکش لوگ ہوتے ہیں ان کو بھی ہم بیکار نہیں چھوڑتے بلکہ ان کو ہم نبیوں کا دشمن بنا دیتے ہیں۔ اور وہ جھوٹی باتوں کی اشاعت کرتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کو دھوکہ میں ڈالیں۔ غرض سچے نبی کی یہ بھی ایک پہچان ہے کہ بڑے بڑے لوگ خواہ وہ دین کے لحاظ سے بڑے ہوں یا دنیا کے لحاظ سے بڑے ہوں وہ سچے نبی کے سخت مخالف ہو جاتے ہیں۔ پھر جو بڑے سرکش اور بے دین لوگ ہوتے ہیں وہ بھی سچے نبی کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ گویا کہ وہ دین کیلئے

211
Digitized by Khilafat Library Rabwah

سب سے زیادہ غیرت رکھتے ہیں۔ اور ان سب کو نبی کے مقابلہ میں جھوٹ اور افترا سے بہت کام لینا پڑتا ہے۔ کیونکہ سچے کے مقابلہ میں جھوٹ بولنے کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہوتا۔ اور اس افترا پردازی سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس نبی اور نبی کی جماعت کے خلاف جوش میں آکر فتنہ اور فساد کھڑا کر دیں۔ اور اس طرح اُنکی تبلیغ رُک جائے۔ چنانچہ اگلی آیت میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ان الشیاطین لیوحون الیٰ اولیائھم لیجادلوکم کہ اس غلط بیانی سے ان سرکش اور سرکردہ لوگوں کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ عوام الناس بھی نبی اور نبی کی جماعت کے دشمن بنجائیں اور آئے دن کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتے رہیں۔ ایسا ہی اس سے اگلے رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وکذالک جعلنا فی کل قریۃ اکابر مجرمیھا لیمکروا فیھا کہ ہر ایک بستی میں جو اکابر اور بڑے لوگ ہوتے ہیں خواہ وہ دنیا کے لحاظ سے بڑے ہوں اور خواہ دین کے لحاظ سے بڑے ہوں مجرم اور قطع تعلق کرنیوالے وہی ہوتے ہیں۔ اور وہ اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ وہ طرح طرح کے مکر اور حیلے سے کام لیتے ہیں۔ غرض خدا تعالیٰ کا یہ فرمان ایسا پختہ اور یقینی ہے کہ آدم ؑ سے لیکر آجتک کوئی ایسی مثال نہیں ملتی کہ علماء اور امراء نے خدا کے ماموروں سے عداوت اور دشمنی نہ کی ہو۔ لوگ کہتے ہیں کہ ابلیس اتنا بڑا مولوی تھا کہ تمام فرشتے اس کے شاگرد تھے۔ مگر آدم ؑ خلیفۃ اللہ کا سب سے بڑا دشمن وہی ہُوا۔ پس اگر حضرت مرزا صاحب ؑ سچے تھے اور یقیناً وہ سچے تھے تو یہ بھی ضروری تھا کہ علماء اور امراء ان کی مخالفت میں طوفان برپا کرتے اور یہ امر قدیم سُنّت کے مطابق حضرت مرزا صاحب ؑ کی صداقت پر ایک زبردست گواہ ہے۔ بیشمار ایسے لوگ ہیں جنہوں نے ان فتنہ پردازوں کے جھوٹ مکر و فریب ملاحظہ کر کے احمدیت کو قبول کر لیا کیونکہ انہوں نے سوچا وہ سچائی کیسی جس کی تائید کیلئے جھوٹ مکر اور فریب سے کام لینا پڑے ؛

اب یہ سوال ہو سکتا ہے۔ کہ خدا کے ماموروں کے ذریعے تو بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر حضرت مرزا صاحب بھی واقعی مامور من اللہ ہوتے تو ان کے ذریعے بھی دنیا میں بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے۔ بیشک یہ صحیح بات ہے کہ خدا کے ماموروں کے ذریعے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ مگر ان نشانوں سے منکرین کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اگر کوئی فائدہ اُٹھاتا ہے تو وہ صرف مامور کی جماعت اُٹھاتی ہے۔ کہ ان کے ایمان ایسے قوی ہو جاتے ہیں کہ وہ اس مامور کیلئے تمام دنیا کے مصائب برداشت کرنے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔ بلکہ وہ اپنا سب کچھ اس کیلئے کھو دیتے ہیں۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیشمار نشان دکھائے مگر ساتواں پارہ آخری رکوع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءتھم اٰیۃ لیؤمنن بھا کہ منکرین خدا کی سخت قسمیں کھا کر کہتے ہیں۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم نے تو کوئی نشان نہیں دکھایا۔ اگر وہ ایک نشان

Digitized by Khilafat Library Rabwah

198

حدیث معتبر نہیں ہو سکتی۔

پہلی بات کا جواب مختار مدعیہ نے یہ اعتراض کر کے کہ چونکہ یہ حدیث توضیح تلویح اور اصول شاشی سے پیش کی گئی ہے۔ اور وہ اصول فقہ کی کتابیں ہیں۔ اس لئے قابل تسلیم نہیں ہے۔ فقہ حنفیہ کو غیر معتبر قرار دیا ہے گویا یہ تسلیم کر لیا ہے۔ کہ وہ اصول جن پر فقہ حنفی مبنی ہے۔ وہ ایسی حدیثوں سے بھی وضع کیئے گئے ہیں۔ جو غیر معتبر اور وضعی ہیں۔ کیا کوئی سچا حنفی اس خطرناک اعتراض کو صحیح تسلیم کرنیکے لئے تیار ہو گا ہرگز نہیں!

اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ جن کتب میں یہ حدیث آئی ہے۔ آیا ان کے مؤلفوں نے یہ حدیث وضع کر لی ہے۔ یا وہ فی الواقعہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سمجھتے تھے۔ مختار مدعیہ بھی اس امر کے متعلق بجز اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کہ انہوں نے صحیح سمجھ کر یہ حدیث اصول فقہ کی کتابوں میں درج کی ہے۔ اور صحیح قرار دیکر صحابہ کرام رضی کے کلام سے اس کی تائید کی ہے۔ چنانچہ مؤلف اصول شاشی یہی حدیث نقل کر کے فرماتے ہیں :-

"وتحقیق ذٰلک فیما روی عن علی ابن ابیطالبؓ انہ قال کانت الرواۃ علی ثلاثۃ اقسام - الی - فلھذا المعنی وجب عرض الخبر علی الکتاب والسنۃ المشھورۃ" (اصول شاشی مطبوعہ مطبع نامی کانپور ص ۷۶)

یعنی اس حدیث کی حقیقت اس سے بھی ثابت ہے۔ جو علی ابن ابیطالبؓ سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا راوی تین قسم کے تھے۔ ایک مومن مخلص جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا۔ اور آپ کے کلام کے معانی کو سمجھا۔ دوسرا اعرابی جو اپنے قبیلہ سے آیا۔ اور اس نے سُنا جو سُنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی حقیقت تک نہ پہنچا اور اپنے قبیلہ میں واپس آکر آپ کے الفاظ کے سوا دوسرے الفاظ میں آپ کی بات بیان کی۔ اور معنی بدل گئے۔ لیکن اس کا خیال یہی رہا۔ کہ مطلب میں کوئی فرق نہیں پیدا ہوا۔ تیسرا منافق جس کا نفاق غیر معروف تھا۔ تو اس نے افترا کر کے وہ باتیں روایت کیں۔ جو اس نے سُنی نہ تھیں اور لوگوں نے اس سے سُنکر اور اسے مومن مخلص سمجھ کر وہ روایت آگے بیان کی۔ یہانتک کہ وہ لوگوں میں شہرت پا گئی۔ پس اس وجہ سے روایت کا کتاب اللہ اور سُنّت مشہورہ پر عرض کرنا واجب ہو گیا۔"

مختار مدعیہ کا یہ کہنا کہ یہ حدیث کسی محدّث نے بیان نہیں کی۔ قابل التفات نہیں ہے۔ کیونکہ تلویح میں یہ روایت امام بخاری کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ کہ انہوں نے یہ روایت اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور تلویح کے حاشیہ منوی میں لکھا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے "کہ صاحب تلویح نے صاحب الکشف کے اس جواب کو ردّ کیا ہے جو اس نے حدیث کے ضعیف ہونے کا دیا تھا۔ کہ چونکہ امام ابو عبداللہ البخاری نے یہ حدیث اپنی کتاب میں ذکر کی ہے۔ اور وہ اس فن میں نہایت بلند پایہ اور اس صنعت کا امام ہے۔ پس اس حدیث کو بیان کرنا ہی اس کی صحت کی کافی دلیل ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے کی طعن کی طرف توجہ نہیں کیجاتی۔ اور صاحب تلویح کے ردّ کا خلاصہ یہ ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی دکھادیں تو ہم ضرور ایمان لاویں۔ ایسا ہی سورۂ انعام رکوع ۴ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وقالوا لولا انزل علیہ اٰیۃ من ربہ کہ کافر کہتے ہیں۔ کہ اگر حضرت نبی کریم صلعم خدا کے نبی ہیں تو خدا ان کے لئے کوئی نشان کیوں نہیں دکھاتا۔ غرض حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیشمار نشانوں کے باوجود جب منکرین کو کوئی ایک نشان بھی نظر نہ آیا۔ تو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے منکرین کو انکے نشان کس طرح نظر آسکتے ہیں۔ کیونکہ تعصّب انسان کو اندھا کر دیتا ہے۔ ہاں ایک منصف مزاج آدمی کیلئے مامور کی زندگی میں بیشمار نشان ہوتے ہیں جنگ عظیم۔ زار کی تباہی۔ جاپان کی ترقی۔ تقسیم بنگال طاعون اور زلازل کی پیشگوئیاں۔ نادر شاہ کی حکومت۔ اور موت لیکھرام کی پیشگوئی۔ ڈاکٹر ڈوئی کی ہلاکت وغیرہ وغیرہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے کچھ کم نشان نہیں ؟

کس قدر تعجب کی بات ہے۔ کہ انبیاء علیہم السلام باوجود اس کے کہ وہ سب سے زیادہ عقلمند سب سے زیادہ راست باز سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار سب سے زیادہ مخلوق خدا کے خیر خواہ اور ہمدرد اور سب سے زیادہ دیانت اور امانت میں مسلّم ہوتے ہیں۔ مگر دنیا کے فرزندوں کو ان کا دعویٰ ایسا ناگوار گذرتا ہے کہ سب سے زیادہ وہ انہی کے دشمن ہو جاتے ہیں حالانکہ ان کو خوش ہونا چاہیئے اور حق بحقدار رسید کا اعلان کرنا چاہیئے۔ دعویٰ سے پہلے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عزت کی جاتی تھی لیکن دعویٰ کے بعد وہی لوگ مجنون اور ساحر و کذاب کہنے لگ پڑے۔ یہی معاملہ حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کو پیش آیا۔ خدا تعالیٰ لوگوں کو سمجھ دے تاوہ جھوٹوں اور سچّوں میں حقیقی فرق کر سکیں۔ آمین ؟

انصاف کی راہ سے ان مخالفین کو اتنا بھی خیال نہیں آتا۔ کہ اپنے مولویوں کے بیانات تو ہم نے سن لئے۔ اب ذرا ہم حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرلیں اور احمدیوں کے بیانات بھی پوری طرح سُن لیں۔ یا اور نہیں تو دل کو کینہ سے صاف کر کے خدا تعالیٰ کے حضور دُعا کریں کہ اے خدا مرزا صاحب علیہ السلام اگر واقعہ میں سچے اور تیری بھیجے ہوئے ہیں۔ تو تُو ہمیں ان کے سلسلہ سے محروم نہ رکھ۔ اور اصل حقیقت ہم پر کھولدے۔ تو خدا تعالیٰ خود انکی دستگیری فرمائے۔ مخالف مولویوں نے تو اپنی طبیعت سے مجبور ہو کر عوام الناس کو دھوکہ اور اپنے دامِ تزویر میں پھنسائے رکھنے کے لئے اب ایک اور دجل کی راہ نکالی ہے اور وہ یہ کہ جب بیشمار لوگوں نے ان مولویوں کی غلط بیانیوں اور افترا پردازیوں کی وجہ سے احمدیت کو قبول کر لیا۔ کیونکہ انہوں نے ان کی کتابوں کے حوالے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کی کتابوں کے حوالوں سے ملائے۔ اور صریح غلط بیانی اور بے انصافی ملاحظہ کی۔ اور جب اس طرح عوام الناس پر ان مولویوں کی دھوکہ بازیوں کا پردہ فاش ہونے لگا۔ تو اب بجائے اس کے کہ وہ اس طریق کو ترک کر دیتے۔ انہوں نے اپنی سابقہ افترا پر پردہ ڈالنے اور آئندہ اپنی افترا پردازی کے سلسلہ کو جاری رکھنے کے لئے اپنی کتابوں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور رسالوں میں یہ لکھنا شروع کر دیا ہے۔ کہ "ہم نے جو جو حوالے دیئے ہیں وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ اصل میں مرزائیوں نے اعتراضوں سے بچنے کیلئے مرزا صاحب کی کتابوں کو بدل ڈالا ہے۔" لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ اللہ اللہ یہ کس قدر دجل ہے۔ ان کی افترا پردازی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر واقعہ میں بقول تمہارے "مرزائیوں" نے حضرت مرزا صاحبؑ کی کتابوں کو بدل ڈالا اور اعتراض کی باتیں نکال ڈالی ہیں تو پھر تم مخالفت کیوں کرتے ہو، بلکہ تمہیں تو خوش ہونا چاہیئے تھا کہ چلو "مرزائی" اب ٹھیک راستے پر آگئے ہیں۔ اس لئے منصف مزاج اصحاب کا یہ فرض ہے کہ ایسے مولویوں کے دھوکے میں آکر اپنے آپکو حق سے محروم نہ رکھیں ؏

ان معاندین کی زبان تو گویا چمار کی چھری ہے جو حلال حرام میں کچھ فرق نہیں کرتی۔ انہوں نے اپنے زمانہ کے کسی نبی ولی کو بے داغ نہیں چھوڑا اور ہمیشہ اپنی ساتھ عوام الناس کو بھی ڈبویا۔ مثلاً حضرت سید عبدالقادر جیلانی پر تین سو ساٹھ مولویوں نے کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو عوام الناس اس دھوکے میں پڑ گئے کہ اتنے مولویوں۔ عالموں۔ حافظوں۔ محدثوں کے مقابلہ میں ایک اکیلا عبدالقادر کیسے سچا ہو سکتا ہے۔ کیا یہ سارے کے سارے دین کے مینار اور حضرت نبی کریمؐ کی گدی پر بیٹھنے والے جھوٹے ہو سکتے ہیں۔ تب اُسوقت کے عام مسلمانوں نے بھی مولویوں کا ساتھ دیا۔ مگر آج مسلمان اور ان کے مولوی بھی اقرار کرتے ہیں کہ اگرچہ اُسوقت کے تمام مولویوں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی اکیلے ہی تھے۔ مگر سچے اور حق پر تھے۔ غرض ہر ایک کو چونکہ اپنی اپنی قبر میں جانا ہے اور پھر ہر ایک کو اپنا اپنا حساب دینا ہے۔ اس لئے مخالف مولویوں کی باتوں پر اعتبار کر کے اپنی تحقیق ترک نہیں کرنی چاہیئے۔ خدا کے سامنے کوئی مولوی کسی کا وکیل نہیں بنے گا۔ جو مولوی حضرت ابراہیمؑ پر جھوٹ کا الزام لگا کر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں جھوٹ بولنا عذاب نہیں بلکہ ثواب ہے۔ (سورۂ صفٰت رکوع ۳ حاشیہ وفنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم۔ قرآن مترجم) کیا وہ حضرت مرزا صاحبؑ کے مقابلہ میں سچائی سے کام لے سکتے ہیں۔ بلکہ وہ تو حضرت مرزا صاحبؑ پر جھوٹے الزام لگانا دین کی بہترین خدمت تصور کرتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذٰلک ؏

پس حضرت مرزا صاحب کے عقائد اور ان کی تعلیم کا پتہ اُنہی کی کتابوں یا ان کے متبعین اہل علم سے ہی لگ سکتا ہے نہ کہ ان کے مخالفین کی تحریروں اور تقریروں سے۔ کیا کوئی متلاشی حق حضرت نبی کریم صلعم کی صداقت کا علم آریوں اور عیسائیوں اور ان کی سے حاصل کر سکتا ہے۔ پس میں صداقت کے پیاسوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت حضرت مرزا صاحبؑ کی کتب سے اور ان کے متبعین کے پاس جا کر ڈھونڈیں حضرت مرزا صاحبؑ کا دشمن انکے شکوک اور شبہات کا ازالہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ اسلئے انکی باتوں پر اعتبار کر کے یکطرفہ فیصلہ کر دینا انصاف سے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعید ہے انصاف یہی ہے کہ احمدیوں کے بیانات بھی احمدیوں کی زبان سے پورے طور پر سُنے جائیں اور پھر بلاخوف لومۃ لائم حق کی داد دیجائے۔

خدا تعالیٰ مسلمانوں کو خاص طور پر حکم دیتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ وکونوا مع الصادقین۔ کہ اے ایمان والو! خدا کے سوا کسی سے مت ڈرو اور بلاخوف سچوں کی جماعت میں شامل ہو جاؤ۔ یہ اسلئے فرمایا کہ خدا کے علم میں تھا کہ مسلمانوں میں بہت فرقے ہو جائینگے نیز یہ بھی کہ ہمیشہ ایک جماعت سچوں کی بھی ہوگی اس لئے خدا تعالیٰ نے حکم دیا کہ اگر تم مسلمان ہو تو سب کو چھوڑ کر سچوں کی جماعت میں شامل ہونا۔ لیکن اگر انسان سُنی سُنائی باتوں پر اپنی تحقیق چھوڑدے تو وہ سچائی کیسے پا سکتا ہے۔ پس اسلام میں اسقدر اختلاف کی موجودگی میں مامور من اللہ کی اتباع کے بغیر اصل حقیقت کو پانا ناممکن ہے۔ کیونکہ ہر فرقہ میں مولوی ہیں جتنے مُنہ اتنی باتیں۔ لیکن خدا کی مرضی خدا کے مامور ملہم من اللہ کے ذریعے ہی معلوم ہو سکتی ہے۔ نہ کہ متفرق فرقوں کے متفرق مولویوں کے ذریعے۔ کیا زمین سے علم پانے والوں کی بات یقین میں آسمان سے علم پانیوالوں کی بات کی برابری کر سکتی ہے۔ ہرگز نہیں پس ظن کو یقین پر ترجیح دیکر خدا کے الزام کے نیچے نہ آؤ۔ کیونکہ اختلاف کیوقت میں تمہاری سہولت کیلئے خدا تعالیٰ اپنے ماموروں کو بھیجتا ہے تا تم کو یقین کی راہ حاصل ہو اور ظنیات میں پڑکر ناحق کی سرگردانی سے تم بچ جاؤ۔ پس چودھویں صدی کے امام کو پہچاننے کی کوشش کرو۔ اور خدا تعالیٰ کے اس احسان کی قدر کرتے ہوئے اپنے زمانہ کے امام پر ایمان لاؤ۔ کیونکہ ہر زمانہ میں سچوں کی جماعت وہی ہوتی ہے جو اپنی صدی کے امام کو قبول کرتی ہے۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھتا ہو اور پھر وہ اپنی صدی کے امام کا جان و دل سے ساتھ نہ دے۔ جس کو خدا تعالیٰ اس غرض کیلئے بھیجتا ہے کہ تا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور آپکے لائے ہوئے دین کی عزت اور عظمت قائم ہو۔ لیکن جو اپنی صدی کے امام کی مخالفت کرتا ہے وہ گویا نہیں چاہتا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور ان کے لائے ہوئے دین کی عزت اور عظمت قائم ہو۔ پس ایسے مسلمان کا خدا اور رسولؐ سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ اس کو اگر خدا رسولؐ کی پروا نہیں تو خدا تعالیٰ کو بھی اس کی کوئی پروا نہیں۔ پس تم خوش ہو جاؤ کہ خدا نے تمہارے زمانہ میں بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نائب تم ہی میں سے پیدا کیا۔ اور خدا نے تمہاری صدی کے سر پر بھی امامت کا زرین تاج رکھکر تمہاری عزت افزائی کی۔ تم اسکو قبول کر کے اپنی نسلوں کیلئے نیک نمونہ قائم کرو۔ تا وہ بھی اپنی صدی کے امام کو قبول کر کے نجات پائیں اور تمہارے لئے باقیات الصالحات کا ذریعہ بنیں۔

اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد و علیٰ خلفاء محمّد و بارک وسلم

خاکسار حافظ جمال احمدؐ احمدی

مبلّغ ماریشس

ضیاءالاسلام پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپا و شائع کیا۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

213

القول الجزم فی مسئلۃ الرجم

رجم کی تائید میں تصریحات حدیثیہ پر بعض اوہام

(اور)

ان کا ازالہ

رجم کی تائید میں ان تصریحات کے متعلق جن کا کسی قدر نمونہ نہایت اختصار و ایجاز کے ساتھ اشاعت ماضیہ میں درج ہو چکا ہے۔ بعض لوگوں نے یہ دیکھتے ہوئے کہ وہ صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتب آثار سے بھی بطرائق کثیرہ صحیحہ ثابت ہیں۔ جنہیں بہت سے صحابہؓ نے بیان کیا ہے اور ثقہ راویوں سے روایت ہوتی ہوتی ہم تک پہنچی ہیں۔ اور اس طرح وہ تواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں۔ یہ جرأت تو نہیں کی کہ انہیں غلط اور غیر صحیح قرار دیں۔ لیکن ان کی یہ توجیہ کرنیکی کوشش کی ہے کہ

پہلی توجیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے مجرموں کو رجم کروانیکے تمام واقعات مصلحت وقت پر مبنی یا شریعت موسویہ کی پیروی کرتے ہوئے آیت اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ کے نزول سے پہلے کے ہیں۔ کیونکہ ناممکن ہے کہ رسول احکم خداوندی کے خلاف کرے۔

جواب لیکن اوّل تو ان کے پاس کوئی تاریخی دلیل نہیں کہ رجم کے واقعات سورۃ نور سے قبل کے ہیں۔ اور پھر جب یہ ثابت ہو جائیگا کہ رجم کا حکم کسی نص یا منشاء قرآنی کے خلاف نہیں تو یہ حجّت بھی باقی نہ رہیگی۔ کہ رسول منشاءِ خداوندی کے خلاف نہیں کر سکتا۔

فقہ اسلامی کا یہ ایک نہایت نازک اور اہم مسئلہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اعمال وقوع پذیر ہوئے ان میں سے کون کون سے مذہبی احکام و اوامر کا درجہ رکھتے ہیں اور کون محض عادت، رسم، مصلحت یا پہلی شریعت کے اتباع میں انجام پاتے تھے۔ اس لئے فقہائے اسلام نے سُنّت نبویہ کو دو حصوں میں منقسم کیا ہے، عبادی۱ اور عادی۲۔ عبادی وہ احکام ہیں جو مذہبی حیثیت سے انجام پذیر ہوئے اور عادی وہ کام جو حضور علیہ السّلام نے مذہبی فریضہ کے طور پر تو نہیں بلکہ کسی دنیادی مصلحت، وقتی ضرورت، ماحول زمانہ، یا شریعت ماضیہ کے اتباع میں سرانجام دیئے۔ اور اُمّت صرف عبادی سُنّت کی پیروی کی مکلف ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عادی کی نہیں +

ہر دو مذکورہ بالا سُنتوں میں فرق معلوم کرنا جیسا مَیں نے بتلایا شریعت کا بیحد باریک مسئلہ ہے۔ اور اس کے متعدد طریق ہیں۔ مسئلہ رجم کے تعلق میں مندرجہ ذیل وجوہ و ثبوت اس بات کی تائید میں پیش کرتا ہوں کہ محصنین مرتکبین زنا پر جو آپؐ نے رجم کی سزا نافذ فرمائی یہ سُنّت عبادی میں شامل ہے نہ کہ عادی میں، اور رجم کے واقعات نزول سورۃ نور کے بعد کے ہیں نہ کہ پہلے کے +

ثبوت اوّل سُنّت عادیہ جن تین وجوہات سے ہو سکتی ہے۔ ان میں سے پہلی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ آپؐ نے وہ کام شریعت موسویہ کی پیروی میں کیا ہو لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ شریعت موسویہ میں کہیں یہ مسئلہ مذکور نہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ کنوارے مرتکب زنا کو سَو دُرّے لگائے جائیں۔ بلکہ اس کے خلاف اس میں لکھا ہے کہ

زانی کیلئے توریت کی تجویز کردہ تعزیر "اگر کوئی مرد کنواری لڑکی کو یا وے جو کسی کی منگیتر نہ ہو اور اسے پکڑ کر اس سے ہم بستر ہو اور وے پکڑے جاویں۔ تو وہ مرد جو اس کے ساتھ ہم بستر ہوا۔ لڑکی کے باپ کو پچاس مثقال روپا دے[1] اور وہ اس کی جورو ہو۔ کیونکہ اس نے اسے رُسوا کیا اور اسے اپنی زندگی بھر طلاق نہ دے" (استثناء باب ۲۲)

یہ کنوارے مرد کی سزا ہے جو اسرائیلی گھرانوں میں نافذ کی جاتی تھی۔ اب کنواری لڑکی کی سزا ملاحظہ ہو:-

"اگر کوئی جورو کرے اس سے خلوت کرے اور کہے کہ مَیں نے اس عورت سے بیاہ کیا اور جب اس پاس گیا تو مَیں نے اسے کنواری نہ پایا ... اگر یہ بات سچ نکلے تو وے اس لڑکی کو اس کے ماں باپ کے گھر کے دروازہ پر نکال لاویں اور اس کی بستی کے لوگ اسپر پتھراؤ کریں کہ وہ مر جائے۔ کیونکہ اس نے اسرائیل کے گھر شرارت کی اور اپنے باپ کے گھر میں حرامکاری۔"

مندرجہ بالا ہر دو حوالہ جات سے واضح ہوتا ہے کہ موسوی شریعت میں کنوارے زانی کی وہ سزا نہیں۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نافذ فرمائی کہ ایک ہی وقت میں مرد کو جو کنوارا تھا دُرّے اور عورت کو جو بیاہی ہوئی تھی رجم کروایا۔ جہاں توریت کنوارے مرد کیلئے جرمانہ اور کنواری لڑکی کیلئے پتھراؤ کا حکم نافذ کرتی ہے وہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ میں ان دونوں میں سے کسی ایک کے لئے بھی جرمانہ یا پتھراؤ کی سزا تجویز نہیں کی گئی۔

پھر موسوی شریعت میں عورتوں کے تعلّق میں منگیتر اور غیر منگیتر کا ایک اور امتیاز قائم کیا ہے جس کا آپؐ کے قضایا میں کوئی وجود نہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:-

"جو لڑکی کہ کنواری ہے اور وہ کسی کی منگیتر ہو اور کوئی شخص اسے شہر میں پاوے اور اس سے

---

[1] غالباً یہ اس شادی کا مہر ہے جو اس ناجائز تعلّق کے نتیجہ میں قرار پائیگی۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہم صحبت ہو تو تم ان دونوں کو شہر کے دروازہ پر نکال لاؤ اور ان پر پتھراؤ کراؤ کہ وہ مر جائیں۔"

پھر توریت میں ایک اور فرق پیدا کیا گیا ہے جو حضور علیہ السلام کے فیصلجات اور احکام میں قطعاً ملحوظ نہیں رکھا گیا، احبار باب ۲۱ آیت ۹ میں لکھا ہے:۔

214

"اگر کسی کاہن کی بی بی فاحشہ بنکے آپ کو بے حرمت کرے وہ اپنے باپ کو ذلیل کرتی ہے۔ وہ آگ میں جلائی جائے۔"

خلاصہ کلام یہ کہ زانی کی سزا کے بارہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز شریعت موسوی کی پیروی نہیں۔ بلکہ ہر ہر قدم پر آپؐ کے اوامر و قضایا میں اس سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ اگر اختلاف نہیں پایا جاتا اور یہی بات درست ہے کہ آپؐ نے موسوی شریعت کی اس مسئلہ میں پابندی کی ہے تو پھر سوال پیدا ہوگا کہ:۔

۱۔ کنوارے کو کوڑوں کی سزا کیوں دی جبکہ موسوی شریعت میں اس کے لئے رجم تھا۔

۲۔ منگیتر و غیر منگیتر کا امتیاز کیوں قائم نہیں کیا جسے توریت میں ملحوظ رکھا گیا تھا۔

۳۔ محصنہ و غیر محصنہ کی قیود آپؐ نے کیوں عائد کیں جبکہ شریعت موسوی میں اس کی کوئی اصل نہ تھی۔

۴۔ مولویوں۔ قاضیوں اور مذہبی پیشواؤں کی لڑکیوں کی سزاؤں میں اختصاص کیوں قائم نہیں کیا جبکہ موسوی شریعت میں اسے قائم کیا گیا تھا۔

پس اگر آپؐ نے موسوی شریعت کی پیروی کی تھی تو چاہیئے تھا کہ آپؐ:۔

۱۔ کنوارے کو کوڑوں کی سزا کے بدلہ میں رجم کرواتے کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں کنوارے کی یہی سزا ہے۔

۲۔ منگیتر و غیر منگیتر کا امتیاز قائم فرماتے کیونکہ جو شریعت بنی اسرائیل کے لئے نازل کی گئی تھی اس میں اسی امتیاز کو قائم کیا گیا تھا۔

۳۔ سزا دینے میں محصن و غیر محصن کا افتراق نہ فرماتے کیونکہ توریت میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

۴۔ اگر کسی عورت سے زنا بالجبر کیا گیا تھا تو زانی مرد کو مجبور کرتے کہ اس لڑکی سے شادی کرے اور پھر عمر بھر طلاق نہ دے، اور اس عورت کے باپ کو اس سے پچاس روپے دلاتے۔

۵۔ اور حکم فرماتے کہ مولوی قاضی، حاکم یا مذہبی پیشوا کی عورتوں سے اگر یہ زنا و قابل نفرت فعل سرزد ہو تو اس جرم کی سزا کے طور پر انہیں آگ میں جلا دو۔

لیکن واقعات شاہد ہیں کہ ان باتوں میں سے ایک پر بھی آپؐ نے عمل نہیں فرمایا۔ پھر باوصف اس کے یہ کہنا کہ آنحضرت صلعم نے زانی کو سزا دینے میں موسوی شریعت کی پابندی کی حقیقت سے کس قدر بعید ہے۔

ایک اور قرینہ جو کسی سنت نبویہ کو سنت عادیہ کی ذیل میں شامل کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ مصلحت وقت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے ماتحت حضور علیہ السلام کا رجحانِ طبع کسی امر کی طرف ہو۔ لیکن واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ مصلحت وقت کے باعث حضور کی طبیعت کا رجحان بھی اس طرف نہ تھا کہ ایسے مجرموں کو رجم کیا جاوے۔ چنانچہ احادیث میں واقعات رجم کے جو بیانات مذکور ہیں انپر اگر ایک طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو مذکورہ قول کی تصدیق ہو جائیگی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن افراد کو رجم کروایا ہے ان کے حالات پڑھیئے تو آپکو معلوم ہوگا کہ کس طرح حضور علیہ السلام نے آخری حکم لگانے سے پہلے ہر مجرم کے لئے بکرات و مرات ایسے مواقع بہم پہنچائے کہ وہ ایسی حالت سے بچ جائے جو اس پر اعدام کا حکم لگایا جا سکے۔ اور ہر ایسے اقرار کو ناپسند فرمایا جو رجم کے اجرا کا موجب بن جائے، ماعز بن مالک آپ کے پاس حاضر ہو کر اپنے جرم کا صاف اور غیر مشتبہ الفاظ میں اقرار کرتا ہے، لیکن حضور متعدد بار اسے مواقع عطا فرماتے ہیں کہ وہ اس اعتراف سے رجوع کرے، جب اس پر بھی اس کا اصرار قائم رہتا ہے تو پھر حضور علیہ السلام ایسے خارجی امور کی فراہمی کا بندوبست فرماتے ہیں جن کے باعث اسے رجم ایسی سزا سے بچایا جا سکے، کبھی اسکے مجنون ہونیکا عذر اس کے سامنے لاتے ہیں کبھی اسے شراب کے نشہ سے مخمور قرار دیتے ہیں کبھی فرماتے ہیں شاید تو اپنے اقرار کے حقیقی مفہوم سے ناآگاہ ہو۔ اور یہ سب امور صرف اس لئے فراہم کیئے جا رہے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا ذاتی رجحان رجم کیئے جانیکے خلاف تھا۔ اور حضورؐ تو ذاتی طور پر ایسے رحم دل اور رقیق القلب تھے کہ بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں جو شدید سزائیں ہیں اگر منصوص طور پر حکم خداوندی کے ماتحت نہ ہوتیں۔ تو یقیناً آپ انہیں بھی نافذ نہ فرماتے۔

تیسرا اور آخری قرینہ سنت عادیہ کے لئے یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک کے رائج الوقت اصول ہی کو استعمال کیا ہوگا۔ اور پسند نہیں فرمایا ہوگا کہ ملک کے رواجی دستور کو بلاوجہ تبدیل فرمائیں۔ لیکن یہ قرینہ بھی اس خصوص میں اتنا ہی ضعیف اور کمزور ہے جتنا کمزور اور بودا اس سے پہلا قرینہ تھا۔ کیونکہ کسی طور بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خطہ عرب میں بعثت نبوی کے وقت محصن زانی کو رجم کیئے جانیکا دستور رائج تھا۔ اسوقت اوّل تو اخلاقی قوتوں کا اسقدر زوال تھا کہ بدی کے ایسے گندے اور فحش ارتکابات کی علی الاعلان اور نہایت فخریہ تشہیر کی جاتی تھی اور کوئی پوچھنے والا نہیں تھا اور یا پھر بعض جگہ جذبات غیرت شدّت کا یہ پہلو لئے ہوئے تھے کہ مرد و عورت کے ایسے ناجائز تعلّقات ہر دو قبائل میں برسوں جدال و قتال کے ہلاکت آفریں شرارے بھڑکائے رکھنے کا باعث ہو جاتے تھے۔ لیکن یہ صورت کہ مرتکب زنا کے حالات کا باقاعدہ جائزہ لیکر غیر مُحصَن کو دُرّے اور مُحصَن پر رجم کی سزا کا نفاذ کیا جاتا ہو تاریخ جاہلیت میں آپ کو اس کی کوئی اصل نہیں ملیگی ÷

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مسکرات

شراب - افیون - بھنگ - تمباکو وغیرہ

ذیل کا مضمون رئیس الاطباء حکیم محمد حسین صاحب قریشی پرنسپل طبیہ کالج لاہور کی تازہ ترین تالیف "جامع الحکمت" سے ماخوذ ہے۔ جو عنقریب زیور طباعت سے آراستہ ہو کر باصرہ افروز ہو گی۔ "جامع الحکمت" فیملی میڈیسن پر دَوْرِ حاضرہ کی بہترین کتاب ہے۔ اس میں ضروری طبّی معلومات کو ایسی جامع اور آسان طرز میں پیش کیا گیا ہے۔ کہ ہر اُردو خواندہ شخص فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اور اس طرح غیر ضروری طبّی مصارف سے بچ سکتا ہے ؏

مسکرات ان چیزوں کو کہتے ہیں۔ جن سے نشہ پیدا ہوتا ہے۔ ان میں شراب۔ کوکین۔ بھنگ۔ چرس۔ افیون۔ چانڈو۔ مدک۔ تاڑی۔ تمباکو وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں تمباکو اور شراب سب سے زیادہ مستعمل ہے۔ ہم ان کا مختصر سا تذکرہ کرینگے دوسروں کو بھی ان پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ شراب کے متعلق عرصہ تک اختلاف رہا۔ بعض اطباء کی یہ رائے تھی یہ ایک مفید چیز ہے۔ مگر اکثر اسے مضر قرار دیتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں بھی عرصہ تک ڈاکٹروں میں اختلاف رہا۔ مگر آخر بہت سے تجربات کے بعد اسے مضر قرار دیا گیا۔ شیخ بوعلی سینا نے شراب کے دو قسم کے فوائد بیان کیئے ہیں (فوائد موہومہ کو نقل نہیں کیا گیا کہ نقصانات بہت زیادہ ہیں۔ (ریویو) چونکہ شراب پینے والے اشخاص اس کی تھوڑی مقدار پر حصر نہیں کرتے اور نہ ہی اسے عادت بنانے سے روک سکتے ہیں۔ اس لئے وہ نقصان اُٹھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں جدید تحقیق سے معلوم ہُوا ہے۔ کہ شراب کا جزو موثر الکحل قلیل مقدار میں بھی مضرت رساں ہے۔ خون کے اندر دو قسم کے جرم پائے جاتے ہیں۔ سفید و سُرخ۔ سفید ذرّاتِ خون بیماریوں کے جراثیم کا مقابلہ کر کے اُن کو نیست و نابود کر دیتے ہیں۔ اور بدن کو امراض سے محفوظ رکھتے ہیں۔ شراب سے خون کے سفید ذرّات معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے طبیعت میں امراض کے مقابلہ کی قوّت نہیں رہتی۔ اور طرح طرح کی بیماریاں لاحق ہو کر صحت خراب ہو جاتی ہے۔ شراب پینے والوں کی عمر بالعموم کم ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر کا مقولہ ہے کہ شراب اُن چیزوں میں سے ایک خاص چیز ہے۔ جو عمر کو کم کر دیتی ہے۔ اموات کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے۔ کہ شراب پینے والے اشخاص کی تعداد اموات غیر شراب نوش لوگوں سے دو چند ہے۔ شراب کے متواتر پینے سے معدہ میں ایک قسم کی سوزش ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے بدہضمی۔ اسہال وغیرہ امراض ہو جاتے ہیں۔ شراب کا جگر پر نہایت مضر اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے ورم جگر۔ سوء القنیہ۔ استسقاء وغیرہ امراضِ جگر پیدا ہو جاتے ہیں۔ شراب کی کثرت سے دل و دماغ بھی ماؤف ہو جاتے ہیں۔ اور سکتہ۔ فالج۔ تشنج۔ مالیخولیا۔ جنون۔ صرع وغیرہ امراض لاحق ہوتے ہیں۔ شرابی والدین کی اولاد بھی کمزور ہوتی ہے۔ اور اکثر دماغ اور سینہ کے امراض

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں بتلا ہوجاتی ہے۔ بھنگ۔ چرس۔ افیون۔ تاڑی وغیرہ شراب سے بھی بُرے اثرات رکھتے ہیں۔ کیونکہ شراب میں تو پھر کچھ غذائیت ہوتی ہے۔ مگر یہ تو سب کی سب زہریلی دوائیں ہیں۔ اور اپنی غیر معمولی یبوست سے نظام عصبی کو مختل کردیتی ہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے استعمال کرنیوالے مفقود الحواس سے ہوتے ہیں۔ مغرب کی جدید لعنت یعنی کوکین بھی اسی زمرہ میں شامل ہے۔ بلکہ اس کے اثرات زیادہ سریع اور زیادہ تباہ کُن ہیں۔ امریکہ کے ایک مشہور ڈاکٹر نے عرصہ کے مشاہدات کی بناء پر یہ رائے قائم کی ہے کہ اگر کوکین بہت قلیل مقدار میں بھی استعمال کیجائے۔ تب بھی وہ جوش اور احساس کو کمزور کردیتی ہے۔ اور جو لوگ زیادہ مقدار میں استعمال کرتے ہیں۔ اُن کا نظام جسمانی تباہ برباد ہوجاتا ہے۔ ان کی قوۃ ارادی کلیتاً زائل ہوجاتی ہے کسی امر کے مقابلہ کا جذبہ اُن میں باقی نہیں رہتا۔ کوکین کھلنے والا بالکل مُردہ دِل۔ خاموشی پسند اور تنہائی کا خواہشمند ہوجاتا ہے۔ اس کے استعمال سے اوّل تو مصنوعی قسم کی مسرت اور جوش پیدا ہوتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ مایوسی اور پژمُردگی طاری ہوجاتی ہے۔ اور عقل و دانش میں فتور پیدا ہوجاتا ہے عرصہ تک کوکین استعمال کرنے سے ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔ جی متلاتا ہے۔ چہرے اور جسم کا رنگ زرد ہوجاتا ہے۔ آخر میں حواس زائل ہوجاتے ہیں۔ اور جلد پر چیونٹیاں رینگتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں۔ کبھی صرع یا تشنج کے دَورے ہونے لگتے ہیں۔ کبھی غشی ہوجاتی ہے۔ بیخوابی کی شکایت اکثر ہوتی ہے۔ نبض تیز ہونے لگتی ہے۔ کبھی جنون اور دیوانگی ہوجاتی ہے۔ جنوبی امریکہ میں درخت کوکا (جس سے کوکین حاصل کی جاتی ہے) کثرت سے ہوتا ہے۔ وہاں کے لوگ بھوک رد کنے کی غرض سے اس کے پتے چبالیتے ہیں۔ جس سے چند گھنٹوں کے لئے بھوک کی خواہش زائل ہوجاتی ہے۔

تمباکو۔ تمباکو فی الحقیقت ٹباکو سے مشتق ہے۔ ٹباکو ایک جزیرے کا نام ہے۔ جو جنوبی امریکہ کے پاس ہے۔ سب سے پہلے کولمبس وہاں سے سپین میں تمباکو لایا۔ یہاں سے یہ پرتگال میں پہنچا۔ سنہ ۱۵۶۰ء فرانسیسی سفیر جان نیکوٹ نے تمباکو کی کچھ پتیاں فرانس کو بھیجیں۔ انگلستان میں سر والٹر ریلے نے سنہ ۱۵۸۶ء میں اسے رواج دیا۔ ایران اور ہندوستان میں شاہ عباس ثانی اور شہنشاہ اکبر کے زمانہ میں اس کا رواج ہوا۔ اور اس طرح دنیائے قدیم وجدید میں ہر جگہ پھیل گیا جب سب سے پہلے کسی شخص کو مُنہ سے دُھواں نکالتے دیکھا گیا۔ تو دیکھنے والوں کو حیرت ہوئی ہوگی۔ کولمبس کے ساتھیوں نے امریکہ کے اصلی باشندوں کو مُنہ اور ناک سے دھواں نکالتے دیکھ کر تعجب کا اظہار کیا والٹر ریلے کے ملازم نے جب اس کے مُنہ سے دھُواں نکلتے دیکھا۔ تو اسے یقین ہوگیا۔ کہ اس کے آقا کے آگ لگ گئی ہے۔ اس لئے اس نے والٹر کے سر پر پانی کی بالٹی اُنڈیل دی۔ جس قدر تمباکو دنیا میں رواج ہے۔ اس کی نظیر بہت کم مل سکتی ہے۔ اور پھر جسقدر اسکی مضرت ہے۔ اس کی مثال بھی کمیاب ہے۔ صرف سگرٹوں کو لیجئے۔ امریکہ کے ایک تجارتی جریدہ نے جو اس کے اعداد تحریر کیئے ہیں۔ ان سے ان کی حیرت انگیز مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں صرف امریکہ میں تیرہ ارب سگریٹ استعمال کیئے گئے۔ اور سنہ ۱۹۲۴ء میں ان کی تعداد اکہتر ارب تھی۔ سنہ ۱۹۱۳ء میں جرمنی بارہ ارب سگریٹ استعمال کرتا تھا۔ مگر اب

216

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وہاں تیئس ارب سگریٹ استعمال ہوتے ہیں۔ جاپان میں پہلے سات ارب اور اب تیئس ارب سگریٹ سالانہ استعمال کیئے جاتے ہیں۔ یہی حالت اکثر دوسرے مہذّب ممالک کی ہے۔ ہندوستان تمباکو کے استعمال میں ممالک متمدنہ سے کچھ پیچھے نہیں ہے۔ اور یہاں سگرٹوں اور سیگاروں کے علاوہ تمباکو بکثرت حُقّہ میں پیا جاتا ہے۔ اور اس کے علاوہ بعض اشخاص اسے کھانے کے بھی عادی ہوتے ہیں۔ تمباکو فی الحقیقت ایک زہر ہے۔ اور اس میں نکوٹین پایا جاتا ہے۔ جو ایک تیز زہر ہے۔ نکوٹین میں روغنی اجزا ہوتے ہیں۔ اگر اس روغن کو نکال لیا جائے۔ اور اس کا ایک قطرہ بلّی یا کُتّے کو کھلایا جائے۔ تو وہ فوراً مر جاتے ہیں۔ فی الحقیقت تمباکو دل و دماغ کے لئے نہایت مضر ہے۔ اور اس سے دردسر۔ بیخوابی۔ دیوانگی۔ فالج۔ مراق۔ ضعف بصارت۔ کھانسی۔ سل۔ خفقان۔ ضعف باہ وغیرہ امراض پیدا ہوجاتے ہیں۔ مسٹر بلشن نے اپنی تحقیقات سے ثابت کیا ہے۔ کہ تمباکو پینے سے قوٰی کو بہت زیادہ ضعف لاحق ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نکلسن اور ڈاکٹر رچرڈسن نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ بظاہر تو تمباکو کے استعمال سے کچھ نقصان نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ بعض زہر آہستہ آہستہ اثر کرتے رہتے ہیں۔ تمباکو کے استعمال سے یقیناً دردسر۔ خفقان۔ دوران سر۔ بیخوابی۔ ضعفِ دماغ۔ ضعفِ بصارت۔ ضعفِ معدہ وغیرہ عوارض پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس لئے چاہیئے کہ اس عادت سے رستگاری حاصل کریں۔ مگر دفعتہً نہ چھوڑیں بلکہ آہستہ آہستہ کم کریں۔ تمباکو یعنی زردہ کھانا نہایت مضر ہے۔ اس کے بعد بیڑی سگریٹ اور سیگار کی ضرورت ہے۔ حُقّہ نسبتاً کم مضر ہے۔ مگر مستقلاً اس کے نقصانات کچھ کم نہیں۔ جو لوگ اس عادت کو نہ چھوڑ سکیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ صرف حُقّہ پیئیں اور وہ بھی گاہ گاہ، حُقّہ کو تازہ رکھنا مُنہ کے غرارے کرتے رہنا۔ دُھوآں ناک سے نہ نکالنا اور نہ ہی اسے نگلنا اس کی مضرّت کو کم کردیتا ہے۔ صبح ناشتہ سے پہلے تمباکو کا استعمال سخت ممنوع ہے ٭

جرمنی کے ایک مشہور ڈاکٹر نے حال ہی میں مشتہر کیا ہے۔ کہ اگر سگار۔ سگریٹ وغیرہ پیتے ہوئے دُھوئیں کو مُنہ کے لعاب یعنی تھوک سے نہ ملنے دیا جائے۔ یعنی صرف ہونٹوں سے پی کر دُھوآں اُڑا دیا جائے۔ تو تمباکو کی مضرّت بہت کم ہوجاتی ہے۔ کیونکہ اس طرح نکوٹین حل نہیں ہوتی۔ حُقّہ سگار وغیرہ سے اس لئے کم مضر ہے۔ کہ اس میں نکوٹین کا ایک حصّہ پانی میں حل ہوتا ہے ٭

چھ ہزار فیٹ اونچا مینار

پیرس۔ "معمار اور مہندس" نے چھ ہزار فیٹ اونچا ایک شاندار تعمیر کرنے کے متعلق نقشہ مرتب کیا ہے جس سے فضائی مدافعت کو ترقی دینا مقصود ہے مختلف بلندیوں پر مینار کے تین پلیٹ فارم ہوں گے جہاں سے جنگی طیارے روانہ کیئے جاسکیں گے اور اس طریق سے گویا اس دیر کا ازالہ ہوجائے گا جس کے باعث مدافعین اپنے مخالف بمبازوں کی روک تھام بعجلت نہیں کرسکتے اس مینار پر ۳۰۰ توپیں بھی ہونگی جو ہر طرف فائر کرسکیں گی۔ (انڈین ٹائمس)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ امام بخاری نے جو حدیثیں اپنی صحیح میں ذکر کی ہیں۔ وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جس کا اس نے اثبات کیا ہے۔ اور ایک قسم وہ ہے جسے اس نے محض استشہاد اور تائید کے لئے ذکر کیا ہے۔ پہلی قسم تو بالکل صحیح ہے بخلاف دوسری قسم کی۔ منزی کہتا ہے کہ اس تردید کا یہ جواب ہو سکتا ہے۔ کہ یہ ردّ اس وقت تام کہلا سکتا تھا جبکہ اس حدیث کی تائید میں دوسری حدیث موجود نہ ہوتی۔ جو محمد بن جبیر مطعم سے مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ما حدثتم عنی مما تنکرونہ فلا تصدقوا فانی لا اقول المنکر و انما یعرف ذٰلک بالعرض علی الکتاب"
یعنی اگر میری طرف سے کوئی ایسی بات جو تمہارے نزدیک منکر ہو بیان کیجائے تو تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ کیونکہ مَیں منکر بات نہیں کہتا اور کسی بات کا منکر ہونا کتاب اللہ پر عرض کرنے سے ہی معلوم ہوگا" (شرح التوضیح علی التنقیح ص۳۶)

اور اس حدیث کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جو امام بیہقی نے پوری سند کے ساتھ مدخل میں نکالی ہے
چنانچہ علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:۔

"اخرج البیہقی فی المدخل باسنادہ عن ابی جعفر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ دعا الیہود فسألہم فحدثوہ حتی کذبوا علٰی عیسٰی فصعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المنبر فخطب الناس وقال ان الحدیث سیفشو فما اتاکم عنی یوافق القراٰن فہو عنی وما اتاکم عنی یخالف القراٰن فلیس عنی" (اشراق الابصار فی تخریج احادیث الانوار مطبوعہ مصطفائی دہلی ص۲۶) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو بلا کر ان سے سوال کیا۔ تو انہوں نے باتیں کہتے ہوئے عیسٰی علیہ السلام کی طرف بعض جھوٹ باتیں منسوب کیں۔ آپ منبر پر چڑھے اور لوگوں میں خطبہ کیا۔ اور فرمایا۔ کہ عنقریب بہت باتیں پھیل جائینگی۔ پس جو بات تمہارے پاس میری طرف سے قرآن کے موافق پہنچے تو وہ مجھ سے ہوگی۔ اور جو مخالف قرآن پہنچے تو وہ مجھ سے نہیں ہوگی۔ بیہقی کی یہ حدیث بھی حدیث متنازعہ فیہ کی مؤید ہے۔ جس سے اس کی صحت ثابت ہوتی ہے۔

علاوہ ان کے اور بھی بہت سی احادیث اور روایات اس قسم کی پائی جاتی ہیں۔ جن سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ اور اس حدیث کے معانی اور مفہوم کی مقوی اور ممد ہیں۔ مثلاً دار قطنی میں ہے۔ کلامی لا ینسخ کلام اللہ (مشکوٰۃ ص۔۔) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا کلام اللہ تعالیٰ کے کلام کا ناسخ نہیں پس جو حدیث بھی اللہ تعالیٰ کے کلام کے مغائر و منافی اور اس کی ناسخ ہوگی۔ وہ یقیناً حدیث مذکور کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہوگا۔

اسی طرح بخاری کی حدیث "ما کان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل قضاء اللہ احق" اور حدیث "ما عندنا شیئ الا کتاب اللہ" اور حدیث انی ترکت فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ریویوز

سیّدنا احمدؑ اور آپؑ کی تعلیم

جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد۔ دکن کی تبلیغی خدمات محتاجِ تشریح نہیں آپ نے Ahmad, His Claims and Teaching in his own words نام رسالہ انگریزی میں شائع فرمایا ہے۔ جس میں حضرت مسیح موعود احمدؑ قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دعاوی اور آپؑ کی پاکیزہ تعلیم آپؑ ہی کے الفاظ میں (انگریزی ترجمہ کرکے) درج ہے۔ یہ ۳۰۰ صفحے کا رسالہ نہایت اچھے ٹائپ اور عمدہ کاغذ پر طبع ہُوا ہے۔ قیمت برائے نام آٹھ آنے رکھی ہے۔ ڈاک کا خرچ دو آنے بھی اپنے ذمے رکھا ہے۔ آپ چاہتے ہیں ایک سو احباب ایسے ہوں جو بیس بیس کتابوں کا پارسل ریلوے منگوائیں۔ اس صورت میں نصف قیمت آپ لینگے اور ریلوے کرایہ بھی خود ہی ادا کرینگے۔ گویا یہ قیمتی رسالہ بالکل مفت دینگے۔ یہ موتی کوڑیوں کے مول۔ یہ عظیم الشان تبلیغی کام ہے جو احباب کے لئے اتنا آسان کردیا ہے پس ہر مستطیع کو چاہیئے کہ اس کی اشاعت میں حصّہ لیکر ثواب حاصل کرے اور خدا کی مخلوق کو فیض پہنچائے۔

مَیں مکرر احباب کرام کو اس کارِ خیر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

گلستانِ شوکت تھانوی

جناب شوکت تھانوی کے پاکیزہ کلام کا مجموعہ قابل مطالعہ ہے۔ زبان کی سلاست فصاحت سزاوار صد ستائش۔ کتابت طباعت کاغذ دیدہ زیب۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔ ملنے کا پتہ:۔ شوکت بک ڈپو لکھنؤ۔

جاپان میں قیامت

اطلاع ملی ہے کہ وسطی جاپان میں گزشتہ جمعہ کی صبح کو ایک ہولناک طوفان بادوباران سے سینکڑوں مکانات منہدم ہوگئے جن میں ہزاروں آدمی دب کر ہلاک ہوگئے۔ شہر اوکاسا میں قریب سینتالیس اسکولی عمارتیں اور دو سو مکانات منہدم ہوگئے۔ جن میں سو آدمی ہلاک اور دو سو سے زائد زخمی ہوگئے۔ کئی ہزار آدمیوں کے ہلاک ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہتے ہیں کہ جس وقت یہ طوفان آیا ہے۔ اس وقت سکول کے بچّوں کو تعلیم دی جارہی تھی۔ یکایک عمارتیں ڈھے پڑیں اور ہزاروں بچّے اس کے نیچے دب کر ہلاک ہوگئے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں مکانات جوار بھاٹے کی نذر ہوگئے۔ صرف شہر اوکاسا میں پچاس ہزار مکانات میں پانی بھر گیا۔ آٹھ جگہوں پر زبردست آگ لگ گئی۔ سمندر کے کنارے کی تمام چیزیں ہولناک لہروں کی نذر ہوگئیں۔ دس گاڑیاں طوفان بادوباران کے سبب پٹڑی سے اُتر گئیں۔

یہ طوفان بادوباران کا جھونکا پہلے وسطی جاپان میں آیا اس کے بعد اوساکا ٹوکیو تک کے تمام علاقہ میں پھیل گیا اس کے جھونکوں سے ٹیلیفون کے کھمبے۔ مکانات۔ درخت اور بڑی بڑی عمارتیں تباہ و برباد ہوگئیں۔ تمام اوساکا میں پانی کا قحط ہے۔

(ٹائمز)

۱۹۹
Digitized by Khilafat Library Rabwah

کتاب اللہ و سنتی۔" اور حضرت عمرؓ کا قول "حسبنا کتاب اللہ" اور مسلم کی روایت "فان خیر الحدیث کتاب اللہ" اور حدیث "انما ھلك من کان قبلکم باختلا فھم فی الکتاب" یہ تمام روایات اس حدیث کی تائید کر رہی ہیں۔ اور ہر امر کیلئے کتاب اللہ کو محک اور کسوٹی قرار دیتی ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث یقیناً صحیح ہے۔ اور اس کو موضوع کہنا لغو و باطل ہے۔

دوسری بات کا جواب

اوّل تو اس حدیث کے الفاظ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث زنادقہ اور دجاجلہ کی مخترعہ ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ اس حدیث میں زندیقانہ اور ملحدانہ روش کا کوئی شائبہ نہیں پایا جاتا۔ اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ یہ حدیث زنادقہ کی وضع کی ہوئی نہیں ہے۔

دوم۔ اگر اس حدیث کے مفہوم اور معانی پر غور کیا جائے۔ تو بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ موضوع نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں ایک ایسا اصل بتایا گیا ہے۔ کہ اگر اسے مدنظر رکھا جاتا۔ تو اُمّت محمدیہ کا اکثر حصّہ تباہی و بربادی سے بچ جاتا۔ اور اس اصل کو ترک کر دینے کی وجہ سے قرآن مجید کی تعلیم پس پُشت ڈالدی گئی اور روایات اور فقہ کی کتابوں پر دارومدار سمجھ لیا گیا۔

دراصل اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتنہ سے آگاہ کر دیا تھا۔ جو احادیث موضوعہ کی وجہ سے پیدا ہونیوالا تھا۔ جس سے بچنے کیلئے حضور سرِ کائنات نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ جب احادیث کی کثرت ہو جائے۔ اور یہ نہ معلوم ہو سکے۔ کہ فرمودۂ نبوی کونسی ہے۔ تو اس وقت اس اصل کو مدِّ نظر رکھنا۔ کہ جو احادیث قرآن کریم کے موافق ہوں انہیں قبول کر لینا اور جو احادیث قرآن کریم کے مخالف ہوں انہیں ردّ کر دینا۔ یہ اعلیٰ مفہوم ہے اس حدیث کا۔ کیا اس پاکیزہ و مفید مفہوم کی موجودگی میں یہ خیال کئے جانیکی گنجائش ہے۔ کہ یہ حدیث موضوع اور زنادقہ کی اختراع ہے۔

سوم۔ بہت سی اور احادیث اور روایات اس حدیث کے مضمون کی تائید کر رہی ہیں۔ جن میں سے بعض اوپر بیان کی جا چکی ہیں۔

چہارم۔ کسی امام کے ایک حدیث کو موضوع کہنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ وہ فی الواقعہ بھی موضوع ہے۔ کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اُسے اس حدیث کی صحت کا علم نہ ہُوا ہو اور اس لئے اس نے اس کو موضوع کہا ہو۔ اور جسے علم ہُوا اس نے صحیح کہا مثلاً حدیث "لولاك لما خلقت الافلاك" جس کے متعلق مختار مدعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص خصوصیات میں سے ہے۔ جس میں آپؐ کا کوئی شریک نہیں۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس کے متعلق صنعانی نے کہا ہے کہ موضوع ہے۔ (ملاحظہ ہو فوائد المجموعہ للشوکانی ص۱۱۶)

اور گو اہل ان کے مسلم مقتدا گنگوہی صاحب بھی اس کی کوئی اصل پائے جانے کے منکر ہیں۔ اور حدیث طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے۔ وھو باطل لا اصل لہ کہ یہ حدیث باطل اور بے اصل ہے حالانکہ یہ عقیلی اور ابن عدی نے انس سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ (فوائد المجموعہ ص۹۶)

پس صرف کسی کے اس قول کی بنا پر کہ یہ حدیث موضوع ہے۔ کوئی حدیث موضوع نہیں قرار دیجا سکتی۔ بلکہ موضوع قرار دینے والوں کے دلائل پر غور کر لینے کے بعد اس کی صحت یا عدم صحت کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔ متنازعہ فیہ حدیث پر دو قسم کی جرح کی گئی ہے:۔

مختار مدعیہ کی پہلی جرح

یہ حدیث یزید بن ربیعہ نے ابوالاشعث سے اور اس نے ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید بن ربیعہ مجہول ہے اور اس کا ابوالاشعث سے سماع معروف نہیں ہے تو یہ حدیث منقطع ہوگی۔

جواب۔ اس جرح کا ایک جواب تو یہ ہے۔ کہ بہت ہی کم راوی ایسے ہیں جن کے متعلق ائمہ حدیث میں اختلاف نہ ہوا ہو۔ اگر ایک کہتا ہے کہ فلاں راوی نہایت راستباز ہے۔ تو دوسرا کہتا ہے کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اور تیسرا کہتا ہے کہ وہ سیئ الحفظ ہے۔ چوتھا کہتا ہے کہ وہ وضاع ہے۔ خود حدیثیں بنا لیتا ہے۔ غرضیکہ رواۃ کے متعلق کثرت سے اختلاف ہے۔ پس جب کسی راوی کے ثقہ اور غیر ثقہ ہونیکے متعلق اختلاف ہے تو وہ حدیث اس وقت تک نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ جبتک کہ اس حدیث کا موضوع بھی اس کے چھوڑنے پر مجبور نہ کردے۔ چنانچہ یزید بن ربیعہ کے متعلق بھی متقدمین میں اختلاف ہوا ہے۔ ابو حاتم نے کہا ہے "کان یزید بن ربیعۃ فقیہا غیر متھم ما ننکر علیہ انہ ادرک ابا الاشعث ولکن اخشی علیہ سوء الحفظ والوھم" یزید بن ربیعہ فقیہ تھا۔ اس پر کوئی اتہام نہیں لگایا جا سکتا۔ اور ہم اس امر کا انکار نہیں کرتے کہ اس نے ابوالاشعث کو پایا۔ البتہ مجھے اس پر سوء حفظ اور وہم کا ڈر ہے۔

اور ابن عدی نے کہا ہے "ارجو انہ لا بأس بہ" تو یہی ابعد ہے۔ کہ اس میں کسی قسم کا کوئی حرج نہیں۔

اور مولوی فیض الحسن اور حافظ مولوی نور الحسن صاحب لکھتے ہیں۔ "فن قلت سے لیکر الیٰ غیر تک" "یعنی اگر تو کہے۔ کہ اس حدیث میں محدثین نے طعن کیا ہے۔ اور کہا ہے حدیث یزید بن ربیعہ نے ابوالاشعث سے اور اس نے ثوبان سے روایت کی ہے۔ اور یزید بن ربیعہ مجہول ہے۔ اور ابوالاشعث سے اس کا سماع غیر معروف ہے، تو یہ حدیث منقطع ہوگی۔ جس سے حجت پکڑنا درست نہیں ہو سکتا تو اس طعن کا یہ جواب ہے۔ کہ امام محمد بن اسمٰعیل البخاری نے یہ حدیث اپنی کتاب میں بیان کی ہے۔ اور وہ محدثین کے امام ہیں ان کا یہ حدیث لانا ہی اس کی صحت کی کافی دلیل ہے،

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اور اس کے ہوتے ہوئے کسی کے طعن پر التفات نہیں کیا جا سکتا"۔ (عمدۃ الحواشی بر حاشیہ اصول شاشی مطبوعہ نامی کانپور ص۲۶)

اور تلویح کے حاشیہ منہی میں یہ لکھا ہے۔ کہ چونکہ اس حدیث کی تائید دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جو محمد بن جبیر بن مطعم سے مروی ہے۔ اس لئے یہ حدیث صحیح ہے۔ جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ 200

مختار مدعیہ کی دوسری جرح

علامہ شوکانی لکھتے ہیں۔ اس حدیث میں خود اس کا ردّ موجود ہے۔ کیونکہ جب ہم نے اسے کتاب اللہ پر عرض کیا تو اُسے کتاب اللہ کی آیت ما اٰتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا کے مخالف پایا اور خطابی نے کہا ہے۔ کہ اُسے حدیث اوتیت الکتاب ومثلہ معہ ردّ کرتی ہے۔ اور فیروز آبادی نے بھی حدیث یعنی اوتیت القراٰن ومثلہ معہ کو لیکر اسے موضوع ٹھیرایا ہے۔

جواب۔ مولوی وحید الزمان صاحب حیدر آبادی نے اشراق الابصار فی تخریج احادیث الانوار میں ان اقوال کو درج کر کے لکھا ہے۔ وفیہ ما فیہ۔ یعنی یہ جواب بہت کمزور ہے۔ چنانچہ حاشیہ پر وہ اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:۔

"اشارۃ الیٰ ان ھٰذا القول یجری فیما سکت الکتاب عنہ واما اذا خالفہ کما ھو المراد ھٰھنا لعدم الموافقۃ فردہ واجب"

یعنی علامہ شوکانی نے جو آیت پیش کی ہے۔ کہ رسول جو تمہارے پاس لائے اسے لیلو اور جس سے روکے اس سے رُک جاؤ۔ اور حدیث کہ مجھے قرآن اور اس کی مثل دیا گیا ہے۔ تو اس سے مراد وہ اقوال یا وہ باتیں ہیں جن کے بارہ میں قرآن مجید ساکت ہے۔ لیکن اگر کوئی قول قرآن کے مخالف ہو۔ جیسا کہ حدیث میں عدم موافقت بالقرآن سے مراد ہے تو ایسے قول کا رد کرنا واجب ہے۔ جب علامہ شوکانی وغیرہ کو حدیث اذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علی کتاب اللہ کی آیت ما اٰتاکم الرسول فخذوہ اور حدیث اوتیت القراٰن ومثلہ سے مطابقت معلوم نہ ہوئی۔ تو اسے موضوع ٹھیرا دیا۔ حالانکہ آیت میں یہ کہیں نہیں لکھا تھا۔ کہ جو بات رسول قرآن مجید کے مخالف لائے تو اُسے لیلو۔ اور نہ حدیث میں یہ تھا۔ کہ جو قرآن کی مثل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کے مخالف ہو۔ بلکہ حدیث "اذا روی لکم عنی" اس آیت اور حدیث کی تفسیر کر رہی تھی۔ کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کا موضوعہ اقوال سے جو آپ پر افترا کر کے آپ کی طرف منسوب کیئے گئے ہوں۔ معلوم کرنا مشکل ہو جائے تو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول وہی ہوگا۔ جو قرآن مجید کے مخالف نہ ہو۔ اگر کوئی قول مخالف پاؤ۔ تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ قول افترا کے طور پر آپ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ چنانچہ شرح التوضیح علی التنقیح ص۲۶۳ میں اذا روی لکم عنی حدیث کو ذکر کر کے لکھا ہے:۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

"فدل هذا الحديث على ان كل حديث يخالف كتاب الله فانه ليس بحديث الرسول عليه السلام وانما هو مفترى" کہ اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہو تو وہ رسول اللہ صلعم کی حدیث نہیں۔ بلکہ وہ محض افترا ہے۔ جو آپ پر کیا گیا ہے۔

پنجم۔ یہ حدیث مسلم اکابر ائمہ نے صحیح تسلیم کی ہے اور اس کے مطابق اپنا عقیدہ رکھا ہے چنانچہ نورالانوار میں لکھا ہے:-

"وتمسك الشافعى رحمة الله ايضا فى عدم جواز نسخ الكتاب بالسنة لقوله عليه السلام اذا روى لكم عنى حديث فاعرضوه على كتاب الله تعالے فما وافقه فاقبلوه والا فردو فكيف ينسخ بها" (نورالانوار مطبوعہ مصطفائی ص۱۷۹)

اور امام شافعی رحمۃ اللہ نے کتاب اللہ کے سُنّت سے منسوخ نہ ہونے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے بھی دلیل پکڑی ہے۔ کہ جب تمہارے پاس میری طرف سے کوئی روایت بیان کیجائے۔ تو اسے کتاب اللہ پر عرض کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو لیلو ورنہ اسے ردّ کردو۔ پس سُنّت کے ساتھ کتاب اللہ کس طرح منسوخ ہو سکتی ہے

(۲) اسی طرح تفسیر قادری میں زیر آیت اقیموا الصلوٰة ولا تکونوا من المشرکین لکھا ہے۔ "تیسیر میں شیخ محمد ابن اسلم طوسی قدس سرہ سے منقول ہے۔ کہ ایک حدیث مجھے پہنچی۔ کہ جو کچھ مجھ سے روایت کیجائے۔ تو اسے قرآن شریف پر پیش کرو۔ اگر موافق ہو تو وہ روایت مجھ سے ہے۔ مَیں نے اس حدیث کو کہ من ترك الصلوٰة متعمدا فقد كفر چاہا کہ کسی آیت سے موافق کروں اور تیس برس تک مَیں نے فکر کی یہاں تک کہ یہ آیت پائی کہ اقیموا الصلوٰة ولا تکونوا من المشرکین"

بہت صاف بات ہے۔ کہ اگر حدیث اذا روی لکم عنی حدیث موضوع ہوتی تو یہ کس طرح ہو سکتا تھا۔ کہ ایک جلیل القدر امام اس پر عمل کر کے حدیث من ترك الصلوٰة کی صحت قرآن کریم سے معلوم کرنیکے لئے تیس برس تک کوشش کرتے رہتے۔ کیا شیخ محمد بن اسلم طوسی قدس سرہ جیسے رفیع المرتبت امام کا جنکی جلالت شان محتاج بیان نہیں ہے زنادقہ کی گھڑی ہوئی حدیث پر عمل کرنے میں اتنا طویل زمانہ ضائع کر دینا عقل انسانی تسلیم کر سکتی ہے؟ ہرگز نہیں اور عقل و انصاف سے واسطہ رکھنے والوں کو یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔ کہ درحقیقت امام موصوف اس حدیث کو نہایت صحیح اور درست سمجھتے تھے۔ اور اسی وجہ سے آنجناب نے مدّت دراز تک اس کے مطابق عمل کر کے بحر تلاش میں غواصی جاری رکھی اور بالآخر گوہر مقصود حاصل کر لیا۔

(۳) اور علامہ جیون رح اپنی تفسیر احمدی کے مقدمہ میں جو زمانہ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ میں تصنیف فرمائی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

201

تھی۔ آیت ما فرطنا فی الکتاب من شیئٍ وغیرہ لکھ کر فرماتے ہیں:۔

"وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا بلغکم عنی حدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللہ فان وافقہ فاقبلوہ والا فردوہ ففی القرآن تصدیق کل حدیث ورد عن النبی علیہ السلام" (التفسیر الاحمدی صفحہ ۳ مطبوعہ مطبع پنجابی لاہور) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تمہیں میری طرف سے کوئی حدیث پہنچے تو اسکو کتاب اللہ پر پیش کرو۔ اگر اس کے موافق ہو تو اسے قبول کر لو ورنہ اُسے رد کر دو۔ پس قرآن مجید میں ہر ایک اس حدیث کی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے تصدیق موجود ہے۔

ششم۔ جن لوگوں نے یہ کہا ہے۔ کہ یہ حدیث اپنے مفہوم کے لحاظ سے قرآن مجید کے مخالف ہے انہوں نے صریح غلطی کی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اس حدیث کی تصدیق و تائید کرنے والی آیات کثرت سے موجود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی شان میں فرماتا ہے:۔

"فیھا کتب قیمۃ۔ لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ۔ ان ھٰذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم۔ و انہ لحق الیقین۔ حکمۃ بالغۃ۔ تبیانا لکل شیئٍ۔ انزل الکتاب بالحق و المیزان۔ ھدی للناس وبینات من الھدیٰ والفرقان۔ انہ لقول فصل۔ لا ریب فیہ"

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی کئی خصوصیات بیان فرمائی ہیں۔ مثلاً یہ کہ وہ تمام صداقتوں پر مشتمل ہے اور باطل اس کی طرف کسی طور سے بھی راہ نہیں پا سکتا۔ وہ سب سے زیادہ سیدھی راہ بتلاتا ہے۔ وہ حق الیقین ہے۔ اس میں ظن اور شک کی جگہ نہیں۔ وہ حکمت بالغہ ہے۔ اس میں ہر ایک چیز کا بیان ہے۔ وہ حق ہے۔ اور میزان حق ہے۔ یعنی آپ بھی سچا ہے اور سچ کی شناخت کیلئے محک بھی ہے۔ وہ لوگوں کیلئے ہدایت ہے ہدایتوں کی اس میں تفصیل ہے۔ اور حق اور باطل میں فرق کرتا ہے۔ وہ قول فصل ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

پس جس کتاب کی یہ خصوصیات ہوں۔ وہ کیوں احادیث کی صحت کا معیار نہ ٹھیرے۔ اور اپنی خصوصیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون۔ یعنی بعد اللہ اور اس کی آیات کے کس حدیث پر ایمان لاؤ گے۔ اس آیت میں صریح اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ اگر قرآن کریم کسی امر کی نسبت قطعی اور یقینی فیصلہ دیوے یہانتک کہ اس فیصلہ میں کسی طور سے شک باقی نہ رہ جائے۔ اور منشا اچھی طرح کھل جائے۔ تو پھر بعد اس کے کسی ایسی حدیث پر ایمان لانا جو صریح اس کے مخالف پڑی ہو مومن کا کام نہیں ہے چنانچہ مشکوٰۃ میں ایک حدیث ترمذی اور دارمی سے منقول ہے۔ جس سے متنازعہ فیہ امر پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ "عن الحارث الاعور قال مررت فی المسجد فاذا الناس یخوضون فی الاحادیث فدخلت علی علیؓ فاخبرتہ فقال او قد فعلوھا قلت نعم قال اما انی سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جناب ناظر صاحب تالیف و تصنیف کا سفارش نامہ

برائے توسیع اشاعت رسالہ اردو ریویو آف ریلیجنز

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ریویو اردو کے بارہ میں ایڈیٹر صاحب نے مجھ سے یہ خواہش کی ہے کہ میں اس کے متعلق احباب سے تحریک کروں کہ اسکی اشاعت کی توسیع کیلئے کوشش کیجائے۔ صحیح اور حقیقی کوشش جو کسی اخبار یا رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے کیجا سکتی ہے۔ وہ تو خود ایڈیٹر صاحب کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی یہ کہ وہ رسالہ میں ایسی ظاہری اور باطنی خوبیاں جمع کردیں کہ وہ خود بخود لوگوں کی توجہ کا جاذب بنجائے۔ لیکن چونکہ ریویو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے خاص تحریک ہوئی تھی۔ اسلئے میں بھی اس تحریک میں شامل ہو کر احباب سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس رسالہ کو دوسرے رسالجات یا اخباروں کی طرح نہ سمجھیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کے ماتحت اسکی اشاعت کیلئے خاص طور پر کوشش کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ کیونکہ توسیع میں حصہ لینا صرف ایک مفید لٹریچر کی اشاعت ہی نہیں ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد کی تعمیل بھی ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اشاعت کے بڑھنے سے اس کی ظاہری و باطنی خوبیوں میں بھی اضافہ کی صورت ہو جائیگی اور ایڈیٹر صاحب اسکی طرف زیادہ توجہ دیکر اسے اس تعریف کا حقدار بنانے کی کوشش کرینگے۔ جن کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے خاص تحریک فرمائی تھی۔ فقط والسلام

مرزا بشیر احمد ناظر تالیف و تصنیف

۳۴—۶—۲۴

نوٹ ضروری: حضرت ناظر صاحب تالیف و تصنیف کی سفارش کے احترام میں ہر مقام کی جماعتوں کے معتمدین مہربانی فرما کر رسالہ اردو کیلئے خاص تحریک فرمائیں اور جسقدر خریدار مہیا ہو سکیں ان سے ہمیں براہ راست اطلاع دیں ایسے اصحاب کے نام خاص طور پر شکریہ کے ساتھ شائع کیے جائینگے۔ اگر ہر جماعت سے دو چار پر جوش دوست کھڑے ہو جائیں اور عزم بالجزم کر لیں کہ دس دس نئے خریدار پیدا کر کے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ ضرور حامی و ناصر ہوگا۔ واللہ الموفق۔ خاکسار ایڈیٹر اردو ریویو آف ریلیجنز۔ قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ڈابر (ڈاکٹر ایس - کے - برمن) لمیٹڈ

پچاس برس سے مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا ہندوستانی وسیع کارخانہ

تکلیف اور اٹھانا نہیں پڑیگا

Regd

رنگ رنگ

(داد کا مرہم)

ایک بار لگاتے ہی کھجلی مٹتی اور جلن جاتی رہتی ہے۔ نیا خواہ پرانا کیسا ہی داد کیوں نہ ہو اسکے دو تین بار کے لگاتے ہی آرام ہو جاتا ہے۔ قیمت فی ڈبی چار آنہ ۴؍ محصولڈاک چھ ڈبی تک سات آنہ ۷؍ نمونہ دو آنہ ۲؍ جو صرف ایجنٹوں سے ہی مل سکتا ہے۔

دوا کھانے کے پہلے

دوا کھانے کے بعد

جوڑی تاپ

(تپ لرزہ اور جھمسال کی دوا)

گھر گھر میں آجکل ملیریا پھیلا ہوا ہے۔ لہٰذا ملیریا اور فصلی بخار کے مریض کو 'جوڑی تاپ' ضرور پلائیے اس سے بڑھکر بخار کو جلد بھگانیوالی دوسری دوا نہیں ہے۔ ہر سال لاکھوں مریض اس سے صحت پاتے ہیں اسکے استعمال سے خون گاڑھا ہوتا اور اجابت خلاصہ ہوتی ہے۔ نقلی دوا سے ہوشیار۔ قیمت بڑی شیشی پندرہ آنہ ۱۵؍ ڈاک محصول دس آنہ ۱۰؍ چھوٹی شیشی نو آنہ ۹؍ محصولڈاک سات آنہ ۷؍

نوٹ - ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دواخانوں میں ملتی ہے۔ دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں

صیغہ نمبر ۱۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

ایجنٹ - گورداسپور (قادیان) میں شیخ محمد بشیر صاحب جنرل مرچنٹ

(بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاءالاسلام سٹیم پریس قادیان میں چھاپ کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)